اللہ جل جلالہ محمد

اسلام کے اجالے

قادیانیت کے اندھیرے

محمد طاہر عبدالرزاق

اسلام کے اجالے

قادیانیت کے اندھیرے

تحقیق وتدوین : محمد طاہر عبدالرزاق

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

انتساب

غازیان قادیانیت شکن!

شاہ سوار مرزا قادیانی	حافظ غلام حسین کلیانوی
ضیغم ختم نبوت	شجاعت علی مجاہد
پروانہ ختم نبوت	محمد امجد
شاہین ختم نبوت	محمد بدیع الزمان بھٹی ایڈووکیٹ
عندلیب ختم نبوت	قاری محمد سعید
سفیر ختم نبوت	قاری محمد ریاض
شمشیر ختم نبوت	عرفان محمود برق
خادم ختم نبوت	گوہر الطاف
جراح قادیانیت	فیصل زبیری

کے نام...... بصد احترام

جن میں سے ہر فرد

کفر شکن...... قادیانیت سوز...... اور

مرزا نچوڑ ...... ہے

فہرست

آخری ٹیسٹ	محمد طاہر عبدالرزاق	9
تجزیہ	مولانا زاہد الراشدی	13
عظمت صدق کا قطب نما	سیّد یونس الحسنی	15
معصوم نبی	مولانا محمد یوسف بنوریؒ	21
تکمیل دین اور ختم نبوت	چوہدری افضل حقؒ	30
پاکستان کی سالمیت اور عقیدہ ختم نبوت	عبدالستار خان نیازیؒ	38
نزول مسیح ابن مریم کی متعلقہ احادیث	پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ	44
رسولؐ کا مقام از روئے قرآن	عبدالغفور	51
قادیانیوں کی متنازعہ شخصیت مرزا رفیع	محمد اسلم بھیروی	57
آنحضرتؐ کے بعد مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے	مولانا سرفراز خان صفدر	62
جامعیت سیرت خاتم الانبیاءؐ	سیّد سلمان ندویؒ	68
تحقیقاتی عدالت 1953ء اور خلیفہ ربوہ اپنوں کی نظر میں	مولانا تاج محمدؒ	73

نبی خاتمﷺ	مولوی مختار احمد/عبدالفتاح	80
کفر اور کافر کے اقسام	مفتی محمد شفیعؒ	90
قادیانیوں سے چند سوالات	مولانا تاج محمدؒ	102
سیرت تاجدار ختم نبوتﷺ...... دائمی درخشاں سیرت	سیّد سلمان ندویؒ	106
مرزائیوں کے مختلف روپ	مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	108
قادیانیوں کا خطرناک دھوکہ اور اس کا جواب	مولانا سرفراز خان صفدر	110
مرزائی اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں یا اپنی کفریات کی	مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ	116
مرزا قادیانی سر سیّد احمد خاں کی نظر میں	مولانا عبداللہ	117
ختم نبوت از قرآن	مولانا محمود احمد رضویؒ	122
ختم نبوت بقائے شریعت	عبدالفتاح/مولوی مختار احمد	130
ائمہ اسلام کی مزید شہادتیں	مفتی محمد شفیعؒ	142
قادیانی	چوہدری افضل حقؒ	153
ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے لیے یادگاری ٹکٹ	مولانا محمد ازہر	155
کیا مرزا قادیانی عورت تھی؟	مولانا عنایت اللہ چشتیؒ	160
جنگ یمامہ	الطاف قریشی	165
مولانا محمد علی مونگیریؒ اور تحفظِ ختم نبوت	مولانا سیّد محمد الحسینی	180

آخری ٹیسٹ

لحم خنزیر کھانے اور ام الخبائث پینے والا فرنگی' مکار ہندو بنیا اور انگریز کی ناجائز اولاد قادیانی سمجھ بیٹھے تھے کہ پیہم غلامی اور فرنگی تہذیب کے مسلسل کاری حملوں سے ہندوستان کے مسلمان پر موت کا سکوت طاری ہے۔اس کی ایمانی نبضیں ڈوب چکی ہیں۔اس کے قلب کی اسلامی دھڑکنیں خاموش ہوگئی ہیں۔اس کے ماتھے کی حدت' ٹھنڈک میں بدل گئی ہے۔انہوں نے مسلمانوں کا آخری ٹیسٹ لینا چاہا تاکہ اس کے بعد اسے سپردِ خاک کردیا جائے۔انہوں نے ہندوستان میں شتم رسول کی تحریک چلادی۔ مختلف شہروں سے ناموسِ رسالتؐ پہ کتے بھونکنے لگے۔غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور شیروں کی طرح ان کتوں پر پل پڑے اور ان کا ایسا حشر کیا کہ ہر ایک کو عبرت کی مثال بنادیا۔

راجپال نے توہین رسالت کی' ملت اسلامیہ کا شیر غازی علم الدین شہید اس پہ جھپٹا اور اسے چیر پھاڑ کے رکھ دیا۔۔۔رام گوپال نے سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔۔۔غازی مرید حسین اس پہ لپکا اور اسے راہی ملک نار کیا۔۔۔سوامی شردھانند نے ہذیان بکا۔۔۔غازی عبدالرشید نے اسے جہنم واصل کیا۔۔۔نتھورام نے دریدہ دہنی کی۔۔۔غازی عبدالقیوم نے اسے ابوجہل اور ابولہب کے پاس پہنچادیا۔۔۔چنچل سنگھ نے بکواس کیا۔۔۔غازی عبداللہ نے ایک ہی وار میں اسے ہاویہ میں پہنچادیا۔۔۔کھیم چند گنبد خضراء کی طرف منہ کرکے بھونکا۔۔۔غازی منظور حسین نے اس جہنمی کتے کو اس کے دیس میں پہنچادیا۔۔۔پالامل نے اپنا متعفن منہ کھولا۔۔۔تو۔۔۔غازی محمد صدیق نے اسے موت کا رقص کرایا۔۔۔اور اسے جہنم کے لپکتے بھوکے شعلوں کی خوراک بنادیا۔۔۔ملعون بھیشو نے

ہرزا سرائی کی ۔۔۔تو۔۔۔غازی عبدالمنان نے اسے موت کے گھاٹ اتارا۔۔۔ چرن داس نے جب اپنے غلیظ منہ سے غلاظت اگلی۔۔۔تو۔۔۔غازی میاں محمد نے اس کے وجود کو ادھیڑ دیا اور اسے اللہ کے شدید انتقام کے سپرد کر دیا۔۔۔ جب ویدا سنگھ نے زہر میں ڈوبی ہوئی اپنی بچھو نما زبان کھولی۔۔۔ تو۔۔۔غازی احمد دین نے اسے قتل کر کے ملت اسلامیہ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائی۔۔۔ ہر دیال سنگھ جب قصر نبوت کی طرف پھنکارا۔۔۔تو غازی معراج دین نے اس کی زبان مروڑ دی۔۔۔گردن توڑ دی۔۔۔جب عبدالحق قادیانی نے زہر اگلا۔۔۔حاجی محمد مانک اس پر رعد بن کے کڑکا۔۔۔اور اسے نارِ جہنم میں بیٹھے مرزا قادیانی کی جھولی میں پھینک دیا۔۔۔جب نعمت احمر حرمت رسولؐ پہ حملہ آور ہوا۔ تو غازی فاروق نے اسے خاک وخون میں تڑپایا۔۔۔اور اسے دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں جھونک دیا۔۔۔!!!

ان عظیم عاشقان رسولؐ نے صحابہ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے فنافی الرسولؐ مجاہدین کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ ہم آپ سے شرمندہ نہیں۔ہم نے گلے میں غلامی کا طوق' ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہننے کے باوجود گستاخانِ رسول سے وہی سلوک کیا جو اپنے عہد میں تم کیا کرتے تھے۔ ہم نے اس کسمپرسی کے عالم میں بھی اپنے آقا ﷺ سے بے وفائی نہیں کی۔

ان شہیدوں نے ماں باپ کے بڑھاپوں کے سہاروں کی پرواہ نہ کی۔۔۔ بیویوں کے سہاگ اُجڑنے کو خاطر میں نہ رکھا۔۔۔بچوں کی یتیمی ان کے رستے کی رکاوٹ نہ بنی۔۔۔مال واسباب کی کشش ان کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی۔۔۔حتیٰ کہ انہوں نے اپنی متاعِ زیست بھی سرور کونین کی عزت پر نچھاور کر دی۔۔۔وہ دار پہ جھولتے ہوئے اپنی خاموش زبان سے یہ اعلان کر رہے ہوتے تھے۔

اے اہل دنیا! دیکھو۔۔۔ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنے والدین سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنے بچوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

ہمیں اپنے آقا ﷺ دنیا کی رعنائیوں اور دنیا کے مال واسباب سے زیادہ عزیز ہیں۔

ہمیں اپنے آقا ﷺ اپنی جان سے زیادہ قیمتی ہیں۔

جب ان شہیدوں کو پھانسی سے نیچے اتارا جاتا تو ان کی کھلی آنکھوں میں ایسی چمک ہوتی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔۔۔کیونکہ وہ ان آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کر چکے ہوتے تھے۔ان کے لبوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ ہوتی۔۔۔کیونکہ وہ چہرہ مصطفےٰ ﷺ کی زیارت کر چکے ہوتے تھے۔ان کے چہرے پر طمانیت کا نور ہوتا۔۔۔کیونکہ وہ جنت میں اپنا مقام عالی شان دیکھ چکے ہوتے تھے۔۔۔ مسلمانو! یہ مجاہدین ناموسِ رسالت' ملت اسلامیہ کی آبرو ہیں۔۔۔یہ اسلام کے چہرے

کا غازہ ہیں۔ اسلام اپنے ان فرزندوں پہ ناز کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی جانیں نثار کر کے ہندوستان میں اسلام کو حیات بخشی۔ انہوں نے پھانسی پہ جھول پہ کے ہمیں غیرت رسول ؐ کا عملی درس دیا۔ انہوں نے موت کو گلے لگا کر ہمیں یہ پیغام دیا۔۔۔ کہ۔۔۔ مسلمانو! جب تک زندہ رہو اللہ کے حبیب ؐ کے کسی گستاخ کو زندہ نہ رہنے دینا۔

پرانے زمانے میں کسی شخص کو سکتہ ہو جاتا۔ تو لوگ سمجھتے کہ یہ شخص مر گیا ہے۔ اسے نہلایا جاتا۔ کفن پہنایا جاتا۔ جنازہ پڑھا جاتا اور اسے قبر میں اتار دیا جاتا۔ کوئی خوش قسمت نہلاتے وقت یا جنازہ لے جاتے وقت ہوش میں آ جاتا۔ ورنہ زندہ انسان ہزاروں من مٹی میں دبا دیا جاتا۔ پرانے حکماء اس بات سے بڑے پریشان تھے۔ آخر انہوں نے مل بیٹھ کر اس کا ایک علاج ڈھونڈا۔ اگر کسی شخص کو سکتہ ہو جاتا تو حکماء اس کا منہ کھول کر صاف شفاف آئینہ اس کے منہ کے بالکل ساتھ لگا دیتے۔ اگر آئینہ کی سطح پر نمی یا دھندلا پن آ جاتا۔ تو اس کا مطلب ہوتا کہ مریض ابھی زندہ ہے۔ کیونکہ نمی یا دھندلا پن اس کے سانس چلنے کی دلیل ہوتی۔ ورنہ سمجھا جاتا کہ مریض اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکا ہے۔

آج جب ہر طرف مادہ پرستی کا دور ہے۔ نفسانفسی کا عالم ہے۔ زر پرستی کا راج ہے۔ اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔ عالم کفر اسلام پر ٹوٹ پڑا ہے۔ پوری دنیا سے اسلام اور مسلمان کو مٹانے کا نقارہ بج چکا ہے۔ باری باری کسی ایک اسلامی ملک کو نشانہ بنا کر لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا ہے۔ ہم سے اسلامی تہذیب و تمدن چھین لی گئی ہے۔ اسلامی قوانین و افکار کی جگہ فرنگی قوانین و افکار نے قبضہ کر لیا ہے۔ ہماری نوخیز نسل کو فرنگی تعلیم کے سانچوں میں ڈھالا جا رہا ہے۔ مسلمان کے گھروں پر فرنگی اور ہندو رسم و رواج کی حکمرانی ہے۔ اسلامی غیرت و حمیت کو گہری نیند سلا دیا گیا ہے۔ رقص و سرود کی محفلوں میں نوجوان مسلمان لڑکے اور لڑکیاں بدمستی کے عالم میں تھرکتے اخبارات کی زینت بنتے ہیں۔ نام کے فرق کے علاوہ مسلمان اور غیر مسلم میں عموماً فرق مشکل ہو گیا ہے۔ غرضیکہ اسلامی معاشرے پہ ایک سکتہ طاری ہے اور کئی جگہ یہ سکتہ موت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

اس خطرناک حالت میں...... کہ مسلمان مر چکا ہے یا زندہ ہے...... اس کا آخری ٹیسٹ ہے۔ وہ آخری ٹیسٹ یہ ہے کہ مسلمان کا منہ کھول کر...... عشق رسول ﷺ کا آئینہ اس کے منہ کے قریب لگا دیا جائے۔ اگر آئینہ دھندلا ہو جائے۔ اس پر نمی آ جائے۔ تو مسلمان زندہ ہے۔ ورنہ مر چکا ہے۔ اس کا ایمان کبھی کا داغ مفارقت دے چکا ہے۔

آؤ مسلمانو! ہم بھی اپنے ایمان کو چیک کریں۔ کہ۔ آخری ٹیسٹ میں ہمارا نتیجہ کیا ہے؟

اگر ام القریٰ میں خالق کونین نے شورش
بہ عہد احمدؐ مرسل مجھے پیدا کیا ہوتا
حرا کی خاک میں تحلیل میرے جسم و جاں ہوتے
مری لوح جبیں پر آپؐ ہی کا نقش پا ہوتا
قدوم سرورؐ کونین کی عظمت بحمداللہ
میں خاک رہگذر ہوتا تو پھر بھی کیمیا ہوتا
دماغ و دل چمک اٹھتے رخ پرنور کی ضو سے
نظر اٹھتی جہاں تک جلوۂ خیرالوریٰ ہوتا
بہر عنوان اس ذات گرامی پر نظر رہتی
کبھی ان پر کبھی ان کے غلاموں پر فدا ہوتا
رسولؐ اللہ کے ادنیٰ غلاموں کی ثنا لکھتا
کلام اللہ کے الفاظ میں نغمہ سرا ہوتا
شہنشاہوں کے تخت و تاج میرے پاؤں میں ہوتے
مرا سر سیدالکونینؐ کے در پر جھکا ہوتا
خداوندان دولت کے گریباں پھاڑ دیتا میں
"اللہ" کی قسم قرآن کے پرچم گاڑ دیتا میں

غبارِ راہ طیبہ

محمد طاہر عبدالرزاق

بی ایس سی۔ ایم اے (تاریخ)

لاہور 2 اپریل 2005ء

تجزیہ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی وتسلیم علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

محمد طاہر عبدالرزاق صاحب تحریک ختم نبوت کے وہ بے لوث سپاہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے لٹریچر کو کھنگالنے اور مکروفریب کے جال کو تار تار کر کے قادیانی گروہ کے اصل چہرے کو بے نقاب کرنے کا خصوصی ذوق بخشا ہے۔ وہ ایک عرصہ سے اس محاذ پر سرگرم عمل ہیں اور خود محنت کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقین کو جھنجھوڑنے میں بھی مصروف رہتے ہیں، وہ عالم دین نہیں بلکہ سرکاری آفیسر ہیں لیکن قادیانیت کے حوالے سے وہ علماء کو بریف کرنے اور لیکچر دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو اس مشن کے ساتھ ان کے جنونی تعلق اور شبانہ روز انتھک محنت کی علامت ہے۔

انہوں نے تحریری میدان میں قادیانیت کے خلاف مسلسل کام کیا اور ہر سطح کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر الگ الگ نوعیت کے کتابچے، پمفلٹ اور مضامین عوام کے سامنے پیش کیے ہیں، ان کے شائع کردہ لٹریچر میں ایک عام آدمی کی ذہنی سطح اور اسلوب کا مواد بھی موجود ہے اور اہل علم کی علمی ضرورت کا سامان بھی پایا جاتا ہے کچھ عرصہ سے انہوں نے ختم نبوت سیریز کے عنوان سے ممتاز اصحابِ علم کی نگارشات نئی نسل کے لیے از سر نو جدید ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس کی تیسری جلد اس وقت میرے سامنے ہے۔

اس میں انہوں نے قادیانیوں کے تعارف، تحریک ختم نبوت کے تاریخی پس منظر،

عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں قادیانیوں کے علمی مغالطوں اور ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانیوں کی سازشوں جیسے اہم عنوانات پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اور دیگر ممتاز ارباب علم و دانش کی فاضلانہ نگارشات کا انتخاب پیش کیا اور ایسی ترتیب سے انہیں ایک لڑی میں پرویا کہ بہت سے اہم موضوعات کا احاطہ ہوگیا اور عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے ضرورت کا مواد جمع کر دیا گیا۔

محمد طاہر عبدالرزاق صاحب کی یہ کاوش لائق ستائش ہے اور دینی حلقوں کی طرف سے حوصلہ افزائی کی مستحق۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبولیت سے نوازیں۔ شک اور تذبذب کے شکار لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائیں اور مرتب کے لیے سعادت دارین کا باعث بنائیں۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

عظمت صدق کا قطب نما

عقیدۂ ختم نبوت اساس اسلام ہے۔ اس پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ موجود ہیں۔ حبیب کبریا، مرادِ زمین و زماں، تمنائے کون و مکان، سرورِ سروراں، نبی آخر الزماں حضرت محمد و احمد مصطفیٰ و مجتبیٰ ﷺ کے ارشادات مقدسہ دلائل و براہین ماحیہ ہیں کہ آپ ﷺ پر دین کامل ہو گیا، آپ ﷺ پر سب نعمتیں نچھاور کر دی گئیں، آپ ﷺ پر کل حجتیں ختم کر دی گئیں، آپ ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا ظلی، بروزی، تشریعی غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے اب مکالمت و مخاطبت الٰہیہ کا دروازہ بند اور وحی منقطع ہو چکی۔ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اور مسلمان آخری امت ہیں۔ ذرا دیکھئے تو! کس قدر محکم، غیر مبہم اور تاویل نا آشنا الفاظ ہیں:

۱۔ ''اے میرے محبوب ﷺ اعلان فرما دیجئے کہ میں تم سب کی طرف (جَمِیْعًا) اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔'' (القرآن الحکیم)

۲۔ ''محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے ہیں سب نبیوں کے۔'' (القرآنِ الحکیم)

۳۔ ''میں ان تمام لوگوں کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور ان کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔''

(کنز العمال ص ۱۰۱ جلد ۶، رواہ ابن سعد و ترجمان السنۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

۴۔ ''بتحقیق میری امت میں تیس بڑے بڑے کذاب پیدا ہوں گے اور ہر ایک کا یہ گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی

نبی نہیں۔'' (رواہ مسلم)

۵۔ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔''

(ترمذی و مشکوۃ باب مناقب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

معلوم ہوا حضور سرور کائنات ﷺ کا منصب ختم نبوت امت مسلمہ کے عقائد میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے ہر مدعی اسلام کا اس امر پر غیر مشروط اور غیر متزلزل ایمان رکھنا ازبس ضروری ہے کہ آبروئے خدا یتیم مکہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی یا مفہوم کے تحت کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جو کوئی ایسا دعویٰ کرے گا مرتد ہو جائے گا اور ایسے بے ایمان کے لیے آقائے نامدار ﷺ نے موت کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد اس کا بین ثبوت ہے۔ جس میں سات سو جلیل القدر حفاظِ قرآن اصحاب رسول علیہم الرضوان نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا مگر تکمیل دین اور عقیدہ ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دی۔ سیرت صحابہؓ کا یہی باب تحریک تحفظ ختم نبوت کا سرِ آغاز ہے اس واقعہ کے بعد جب بھی کسی متنبی نے سر اٹھایا عشاقِ رسالت نے ایسی ہی جانفزا کارروائی کر کے حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ناموس اطہر کی حفاظت کا فریضہ بکمال و تمام انجام دیا۔ ایسی تمام آزمائشیں دراصل یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی خلافِ اسلام قبیح سازشوں کا شاخسانہ ہوتی تھیں یہ ہمیشہ سے مسلمانوں کے حریف بے لگام ہیں۔ وہ انہیں کسی کل چین نہیں لینے دیتے۔ انہیں پھلتا پھولتا دیکھنا ان کے بس ہی میں نہیں۔ یہ شیاطین دام دجل و تلبیس پھیلاتے اور غفلت شعار مسلمانوں نخچیر بناتے ہیں۔ تشکیک کی ایسی زگ زیگ بناتے ہیں کہ پناہ بخدا۔ دوستی کے روپ میں دشمنی کرنا ان پر بس ہے۔ گندم نما جو فروش والی ضرب المثل ان پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گھناؤنے روپ میں بغرض تجارت برصغیر وارد ہوئے۔ پر پرزے نکالے، دوستیاں گانٹھیں، انسانی ضمیروں کی خرید و فروخت کا کاروبار کیا۔ زمینیں خریدیں اور مسلم ہندوستان پر قابض ہو گئے، غیرت مند مسلمانوں نے بھرپور مزاحمت کی استخلاصِ وطن کی جنگ میں بے پناہ قربانیاں دیں، زینت زنداں ہوئے، دار و رسن سے کھیلے، عبور دریائے شور کی سزائے حقدار ٹھہرے، خاک و خون میں تڑپے، پا بجولاں چلے مگر وہ سر مو لچکے جھکے نہ بکے بلکہ دیوانہ وار اپنی جانیں نچھاور کرتے رہے۔ فرزندانِ اسلام کی اس ادا پر استعماری حیلہ جو حواس باختہ ہو

گئے۔ قدرے سنبھل کر ٹوہ لگائی تو معلوم ہوا فقط عقیدۂ جہاد انہیں اس قدر نڈر اور بے باک کر دیتا ہے کہ وہ مرنے سے ہچکچاتے نہیں۔ شاطروں نے سر جوڑے اور طے کیا کوئی ظلی نبی تیار کیا جائے۔ ''ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کا ورود'' (Arrivel of British Empire in India) نامی کتاب میں یہ پوری کتھا رقم ہے۔ تھوڑی سی کوشش سے ڈی سی سیالکوٹ کے دفتر کا ایک ضمیر خمیر فروش ملنٹی ان کے ہاتھ لگ گیا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اپنے اصطلاحی اور سیاسی عاشق مرزا قادیانی کی خوب سرپرستی کی۔ جس سے یہ ''خود کاشتہ پودا'' برگ و بار پکڑنے لگا۔ کاٹھ کی کھوپڑی والا مرزا شہہ ملنے پر اسقدر گستاخ اور دریدہ دہن ہو گیا کہ بہ یک جنبش لب دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر یہود و ہنود نما اور جانے کیا کیا بنا ڈالا۔ ایسی قاف و دال لکھی کہ کتوں کووں کو بھی گھن آئے۔ مختلف النوع دعاوی کا انبار لگا دیا ان میں خطرناک ترین اس کا دعوائے نبوت و رسالت ہے جس کی آڑ میں حرمت جہاد کا فتویٰ دے کر حکومت برطانیہ کو رحمت خداوندی قرار دیا۔ اس اضحوکۂ روزگار، مجہول سیرت اور مسخ رُو شخص کی خباثتوں پر مسلمانوں کا برہم ہونا فطری بات تھی۔ وہ حبیب رب العالمین کی شان اور ردائے ختم نبوت کی جراحتیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ علمائے ہند نے اس فتنہ گر کا تعاقب فرض سمجھا۔ اوّل اوّل علمائے لدھیانہ نے اس گروہِ خنازیر کی تکفیر کی۔ بعد ازاں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، قطب العالم حضرت سیدنا مہر علی شاہ گولڑویؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اس شجرِ مغلظہ کے برگ و بار کاٹے، مرزا غلام قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر محمود نہلے پر دہلا نکلا اس کی ارتدادی سرگرمیوں کو تخت افرنگ نے ایک بار پھر چھپر چھاؤں مہیا کی جو اس کی زباں درازیوں میں اضافے کا باعث بنی۔ ایسے میں محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ علیہ کی سرپرستی اور سید الاحرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفکر احرار چودھری افضل حق سالار احرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ضیغم احرار، شیخ حسام الدین مدبر احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہم اللہ کی قیادت و سیادت میں زبردست مزاحمتی تحریک برپا کی گئی۔ قادیان کی عظیم الشان تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس نے اس باطل ارزل کے سر پر گرز البرز شکن کا کام کیا۔ حتیٰ کہ مرزا بشیر محمود کی کوک فریاد پر سلطنت برطانیہ نے اسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ سچ فرمایا بزرگوں نے کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد بھی مزاحمتی تحریک جاری رہی۔ مرزا بشیر محمود نے عالمی استعمار کے بد ترین گماشتے سر ظفر اللہ کے جلوس میں اسلامیانِ پاکستان کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ اس کے اقوال و افعال کی جارحیت حد سے بڑھ گئی اور اس نے اعلان کر دیا کہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پاکستان مرزائیوں کے قبضے میں ہو گا۔ بدقسمتی سے حکومت پاکستان مجموعی طور پر ان سے خائف بھی تھی اور بھر پور مددگار بھی۔ ان لرزہ خیز حالات میں علمائے امت نے مجلس احرار اسلام کی دعوت پر بارے دیگر صف بندی کر کے حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا سربراہ بنایا، پھر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ظفر اللہ کی وزارت خارجہ سے برطرفی کا مطالبہ کیا جسے تسلیم کرنے سے خواجہ ناظم الدین نے صاف انکار کر دیا تو فدا کاران ختم نبوت نے بھی راست اقدام شروع کر دیا۔ جلسے جلوس نکلنے شروع ہو گئے۔ سرکارِ برطانیہ کی ہدایت پر مارشل لاء نافذ کر کے عسکری جلاد جنرل اعظم خان کے ذریعے اس تحریک مقدس کو لہو میں نہلا دیا گیا۔ ہزاروں عشاق رسالت نے بپاس ناموس رسالت بڑی فراخدلی سے اپنی حقیر جانوں کے نذرانے پیش کیے، وابستگانِ دامانِ مصطفیٰ ﷺ شیدایانِ ختم نبوت کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا، ان پر جور و ستم کی انتہا کر دی گئی، ہزاروں شہداء کے لاشے جلا کر ان کی مقدس راکھ شب تار میں دریائے راوی میں بہا دی گئی۔ بقول شاعر ؎

کتنے توپوں سے باندھے اچھالے گئے
کتنے راوی کی لہروں میں ڈالے گئے
کتنی ماؤں کی آنکھوں کے تارے گئے
جرم عشق رسالت میں مارے گئے
پھر بھی جذب و جنوں میں کمی نہ ہوئی
عشق کے مجرموں میں کمی نہ ہوئی

لاریب ۱۹۵۳ء کا ذبحِ عظیم جب رسول کا ثمرہ تھا، یہ اہل ایمان کا شعار تھا، یہ اہل وفا کی روایت کا تسلسل تھا، یہ شہدائے جنگ یمامہ کی ریت اور پریت نبھانے کا انداز پر جلال و جمال تھا، یہ خالد بن ولیدؓ کے تہور کا اظہار قوی تھا یہ حضور ختمی مرتبت کی ردائے ختم المرسلین کے تحفظ کا خوشنما جذبِ قوی تھا جس کا پیغام ابدی ہے بقول امیر شریعتؒ یہ معاملہ

عقل وخرد کا نہیں عشق و جنوں کا ہے اور یاد رکھو عشق پر زور نہیں ہوتا نہ اپنے آپ پر اختیار۔

خرد سے کہہ دو کہ جب رسولؐ سے پہلے
سمجھ میں آ نہ سکے گا کہ کبریا کیا ہے
ہم اہل دل ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے
بغیر حب نبیؐ دین ہے نہ دینا ہے

۱۹۷۴ء میں اس تحریک کا دور ثانی محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری، جانشین امیر شریعت قائد احرار مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری، فدائے ختم نبوت آغا شورش کاشمیری، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ محمود احمد رضوی، عاشق رسول علامہ شاہ احمد نورانی، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ کی انتھک جدوجہد سے بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب رہا، مرزا قادیانی کی ذریۃ البغایا کو آئینی طور پر نامسلمان اقلیت قرار دے دیا گیا۔

صبا کے دوش نازک پر خبر آئی بحمد اللہ
جداگانہ اقلیت ہیں مرزائی بحمداللہ

اس عہد ناہنجار میں یہ گروہ غارتگراں مکروہات کی عجیب وغریب فصلیں اگا کر نسل نو کو ایک بار پھر تشکیک کے قعر مذلت میں دھکیلنے کی نامشکور سعی میں روز و شب مگن ہے۔ مضحک شکلوں کے مرزائی دانشور گروہ در گروہ تصنیف و تالیف میں ہمہ تن منہمک ہیں۔ وہ گمراہی کو نوائے تازہ کا نام دے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کے رد میں کئی گرامی قدر علماء اور مفکرین تحریری محاذ پر انہیں دندان شکن جواب دے کر فرزندانِ امت کے ایمان بچانے میں لیل و نہار ایک کیے ہوئے ہیں۔ نئے دور کے نت نئے تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لیے نژادنو بھی کسی سے پیچھے نہیں رہی وہ اپنا فریضہ کچھ ایسی لگن اور سرور و مستی سے انجام دے رہی ہے کہ صدقے واری ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ان میں فدائے ختم نبوت گرامی منزلت محمد طاہر عبدالرزاق کا رنگ ڈھنگ نرالا ہے۔ ان کا قلب وقلم عشق رسالت سے مستنیر ہے، وہ تنہا ایک ادارے کا کام کر رہے ہیں، تحفظ ختم نبوت پر وہ ان گنت کتب کے مصنف، مؤلف اور مرتب ہیں۔ انکی کلک گوہر بار کی جولانیاں اور خاراشگافیاں عدیم النظر ہیں جنہیں انہوں نے آقائے کائنات، وجہ وجود ہر دوسرا، مخزن جودو سخا، مزمل، مدثر، یٰسین وطٰہٰ ختم المرسلین شفیع المذنبین سید الاولین والآخرین حضرت محمد

مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنے ساتھ وقف کر رکھا ہے۔ ان کی موجودہ کاوش اسی تقدس مآب سلسلے کی مسعود کڑی ہے۔ جو ظلمت کذب میں عظمت صدق کا قطب نما ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جنم لے کر بیسویں صدی کے اوائل تک مرزائیت کے ناسور نے اپنی جڑیں پھیلانے اور مستحکم کرنے کے لیے کیا کیا قلابازیاں کھائیں، مکرو ریا کے کونسے دام ہائے ہمرنگ زمین بچھائے ارتداد کے کیا کیا قاعدے نکالے، پھر اکیسویں صدی میں کیسے کیسے تراشیدۂ افرنگ الہامات کی تشہیر کی، اب امریکہ و برطانیہ اپنے خود کاشتہ پودے کی آبیاری کے لیے کن کن وسیسہ کاریوں اور استبدادی حیلہ سازیوں کا سہارا لے رہے ہیں یہ ایک طویل تیرہ و تار اور دلدوز داستان ہے۔ ان کٹھن حالات میں بھی میرے ممدوح نے حوصلہ نہیں ہارا کہ ان کے قلب مضطرب میں عشق رسول ﷺ کا بحر بیکراں موجزن ہے۔ انہوں نے مختلف اکابر علماء اور دانشوران امت محمدیہ کے انتہائی پرمغز مقالات گہری تحقیق کے بعد ترتیب دے کر کتابی شکل میں جمع کر دیئے ہیں۔ احقر نے یہ رشحات اکابر حرفاً حرفاً پڑھے ہیں۔ میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ اس کے مطالعہ سے امت رسول کے پیردجواں بخوبی سمجھ سکیں گے کہ مسئلہ ختم نبوت کیا ہے؟ اسلام میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ نبی کی سیرت و کردار کتنے طیب و اطہر ہوتے ہیں؟ قرآنِ حکیم میں عقیدۂ ختم رسالت کا کیا ثبوت ہے؟ تکمیل دین کے لیے ختم المرسلین کیوں ضروری ہے؟ حضور علیہ التحیہ والتسلیم کا منصب ختم نبوت کس طرح اساسِ دین ہے اور امت کو اس کا تحفظ کس طرح کرنا چاہیے، کہ کوئی دروغ گو لقندر دعویٰ نبوت و رسالت کا اعلان نہ کر سکے، نہ مہدی و مجدد کا، بارگاہ ربوبیت پناہ سے اٹل یقین ہے کہ جناب محمد طاہر عبدالرزاق کی یہ مسعود سعی شرفِ قبولیت سے بالضرور نوازی جائے گی، یہ مسیلمۂ پنجاب دجالِ قادیاں کی ذریت خبیثہ کے لیے زنجیل انقلاب ثابت ہو گی اور اس کے گلے میں گھنگرو بجنے لگیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

گدائے درختم المرسلین ﷺ
سید یونس الحسنی عفی عنہ

معصوم نبی

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

نبوت :

ایک عطیہ ربانی ہے جس کی حقیقت تک رسائی غیر نبی کو نہیں ہوسکتی۔ اس کی حقیقت کو یا تو حق تعالیٰ جانتا ہے' جو نبوت عطا کرنے والا ہے یا پھر وہ ہستی جو اس عطیہ سے سرفراز ہوئی۔ مخلوق بس اتنا جانتی ہے کہ اس اعلیٰ وارفع منصب کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا گیا ہے وہ

۱۔ معصوم ہے' یعنی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات سے پاک صاف پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کی دسترس سے بالاتر۔ عصمت کے یہی معنی ہیں کہ ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ناممکن ہے۔

۲۔ آسمانی وحی سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان کو غیب کی خبریں پہنچتی ہیں۔ کبھی جبریل امین کے واسطہ سے اور کبھی بلا واسطہ' جس کے مختلف طریقے ہیں۔

۳۔ غیب کی وہ خبریں عظیم فائدہ والی ہوتی ہیں اور عقل کے دائرے سے بالاتر ہوتی ہیں۔ یعنی انبیا علیہم السلام بذریعہ وحی جو خبریں دیتے ہیں ان کو انسان نہ عقل وفہم کے ذریعے معلوم کرسکتا ہے' نہ مادی آلات وحواس کے ذریعہ ان کا علم ہوسکتا ہے۔

ان تین صفات کی حامل ہستی کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث و مامور کیا جاتا ہے۔

گویا حق تعالیٰ اس منصب کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے جو افراد بشر میں اعلیٰ ترین صفات کی حامل ہوتی ہے۔ اس انتخاب کو قرآن کریم کہیں ''اجتباء'' سے' کہیں ''اصطفاء'' سے اور کبھی لفظ ''اختیار'' سے تعبیر فرماتا ہے۔ یہ عام صفات وخصوصیات تو ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں پھر حق تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرما کر وہ درجات عطا کرتا ہے جن کے تصور سے بھی بشر قاصر ہے گویا نبوت' انسانیت کی وہ معراج کمال ہے جس سے کوئی بالاتر

منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں۔ ان صفات عالیہ سے متصف ہستی کو ہدایت و اصلاح کے لئے مبعوث کر کے انہیں تمام انسانیت کا مطاع مطلق ٹھہرایا جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (نساء: ۶۴) یعنی ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔ پس حکم خداوندی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے وہ مطاع اور واجب الاطاعت متبوع ہے اور امت اس کی ہدایت کے تابع اور مطیع فرمان۔

جب نبوت و رسالت کے بارے میں یہ صحیح تصور قائم ہو گیا کہ وہ ایک عطیہ ربانی ہے جو کسب و محنت اور مجاہدہ و ریاضت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ اپنے علم محیط قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے پاک اور معصوم و مقدس ہستی کو پیدا فرما کر اس کو وحی آسمانی سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کی ہدایت و ارشاد کے منصب پر اسے کھڑا کرتا ہے تو اس سے عقلی طور پر خود بخود یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی و رسول کی شخصیت ہر نقص سے' ہر کوتاہی سے اور ہر انسانی کمزوری سے بالاتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر خود اس کی شخصیت انسانی کمزوریوں میں ملوث ہو تو وہ ہدایت و اصلاح کی خدمت کیسے انجام دے سکے گا۔ "آنکہ خود گم است کرا رہبری کند۔"

چنانچہ سنت اللہ یہی ہے کہ نبی کا حسب و نسب اخلاق و کردار' صورت اور سیرت' خلوت و جلوت اور ظاہر و باطن ایسا پاک اور مقدس و مطہر ہوتا ہے جس سے ہر شخص کا دل و دماغ مطمئن ہو اور کسی کو انگشت نمائی کا بال برابر بھی موقعہ نہ مل سکے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص شقاوت ازلی کی وجہ سے اس کی دعوت پر لبیک نہ کہے اور جحود و انکار میں مبتلا ہو کر ہدایت سے محروم رہ جائے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ بدتر سے بدتر دشمن بھی نبی میں کسی "انسانی عیب کی نشاندہی کر سکے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم الف الف صلوٰۃ و سلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے جن جن خصائص و کمالات اور اخلاق و اوصاف کی نشاندہی فرمائی ہے یہ جگہ ان کی تفصیل کے لئے کافی نہیں۔ یہاں اس سمندر کے چند قطرے پیش کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہ' نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں۔

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک

روشن چراغ ہیں۔"

''ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔''

''یٰسین، قسم ہے قرآن با حکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں' سیدھے رستہ پر ہیں۔'' نٓ ' قسم ہے قلم کی' اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی' کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں' اور بے شک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں' اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔''

''تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)''

''سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔''

''اور ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کا آوازہ بلند کیا۔'' ''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالےٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔''

''اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جالگو گے۔'' ''تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔''

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ سے تصفیہ کروائیں' پھر آپؐ کے تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کریں۔'' ''حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا

جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔"

"اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور فہم کی باتیں نازل فرمائیں' اور آپؐ کو وہ باتیں بتائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔"

ان آیات سے آنحضرت ﷺ کی صفات و کمالات کا نقشہ سامنے آ گیا ہے ان کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت الی اللہ کا آفتاب عالم کتاب بنایا ہے تاکہ امت ان پر ایمان لائے۔ ان کی توقیر کرے اور ان کی امداد کرے' بلاشبہ آپؐ سراسر صراط مستقیم پر ہیں تاریخ عالم اس کی شہادت دیتی ہے کہ آپؐ خلق عظیم سے آراستہ ہیں جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی توقیر و نصرت کریں اور جو آسمانی وحی کا نور الٰہی ان کے ساتھ ہے اس کا بھی اتباع کریں آخرت کی فلاح انہی کے لئے ہے۔ ان کی اتباع سے حق تعالےٰ کی محبوبیت کی سعادت عظمیٰ ملتی ہے۔ انہی کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اور آخرت کے امیدوار ہیں وہ انہی کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنائیں گے جو لوگ اپنے نزاعات و مخاصمات میں بھی ان کے فیصلوں کو بہ دل و جان تسلیم نہ کریں خدا کی قسم کبھی مومن نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بڑا احسان ہے جن میں ایسی ہستی مبعوث فرمائی کہ حق تعالیٰ کی آسمانی وحی ان کو پڑھ کر سنائیں۔ ہر قسم کے شرک و کفر' معصیتوں اور جاہلیت کی رسموں سے ان کا تزکیہ کریں' ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دیں' اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا کہ کتاب و حکمت کے وہ تمام علوم ان کو سکھائے جو نہ جانتے تھے۔ چند آیات بینات کا یہ سرسری خاکہ ہے حق تعالیٰ کی اس آسمانی شہادت کے بعد کیا کوئی کمال اب ایسا باقی ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ دیا گیا ہو؟ اسی آسمانی وحی ربانی میں تمام امت کو یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے جناب رسول اللہ ﷺ پر رحمت و درود بھیجتے ہیں اس لئے تمہیں حکم ہے کہ تم بھی ان پر درود بھیجو' پانچ وقت اذان میں ان کی رفعت و بلندی مقام کا اعلان ہوتا ہے' ہر نماز میں ان پر درود و سلام کا مخصوص انداز میں حکم ہے۔ گویا کوئی نماز جو حق تعالیٰ شانہٗ کی

مخصوص عبادت ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خصوصی مناجات ہے آپ کے ذکر خیر اور درود وسلام سے خالی نہیں ہے بلکہ اسی پر نماز کا اختتام ہوتا ہے۔ اس لئے تمام امت اور آسمانی کتابوں کا فیصلہ ہے۔ ع ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' بہر حال یہ مسلمات میں سے ہے کہ افراد انسان میں جن نفوس قدسیہ کو حق تعالیٰ نے اصلاح نفوس اور ہدایت و ارشاد وعالم کے لئے منتخب فرمایا ہے ان سب کے سرتاج سید الانبیاء والمرسلین امام المتقین خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ کی ذات مقدس ہے۔ اگر ان میں کوئی کوتاہی اور کمی رہ جائے تو پھر سارے انبیاء کرام کوتاہیوں سے مبرا کیسے ہو سکتے ہیں اور امت کی ہدایت کے لئے وہ کیسے وقدوہ بن سکتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس ذات اقدس نے ہدایت و ارشاد کے لئے ان کی بعثت فرمائی ہے وہ العیاذ باللہ قاصر رہے اور ان کی قدرت سے ایسے افراد کا انتخاب بالاتر ہے۔ انا للہ وانا لیہ راجعون۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ پھر نہ تو خدائی رہی' نہ نبوت و رسالت' نہ آسمانی وحی' نہ دین۔ سارا معاملہ ہی ختم ہو گیا۔ ان حقائق کی روشنی میں عہد حاضر کا ایک محقق یوں رقم طراز ہیں۔ ''وہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) نہ فوق البشر ہے' نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔'' کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے ہاں تمام اولین و آخرین اور حق تعالیٰ جو خالق الانبیاء والمرسلین ہیں ان کا فیصلہ ہے کہ وہ اتقی البشر ہیں سید البشر ہیں۔ تمام نسل انسانی میں سب سے بڑھ کر متقی اور کامل ترین افراد بشر میں سے ہیں آفتاب عالمتاب اور بدر منیر کے انوار کو ان کے انوار سے کیا نسبت؟ آسمان ہو یا زمین' چاند ہو یا سورج حتی کہ عرش رحمٰن بھی آپ کی منزلت سے قاصر ہے تمام مخلوقات خدا وندی میں افضلیت و کمال کا تاج آپ ہی کے سر باندھا گیا ہے۔ ''نہ فوق البشر ہے۔'' یہ جملہ بھی جو غمازی کرتا ہے کہ فوق البشر بھی نا قابل برداشت ہے لیکن ''نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔'' کے فقرے سے جو کچھ دل میں تھا ابھر کر آ گیا جو شخص بشری کمزوریوں میں ملوث ہے وہ بشر کی ہدایت کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے؟ اردو کے عرف میں اور عام تعبیرات کے پیش نظر بشری کمزوریوں کا اطلاق ان صفات بشریہ پر ہوتا ہے جو صفات ذمیمہ اور قبیحہ میں' لوازم بشریت مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ لوازم بشریت کھانا پینا سونا جاگنا' خوشی' غم' صحت و مرض وفات وغیرہ بلاشبہ یہ لوازم بشریت ہیں خواص بشریت ہیں اور صفات بشریہ ہیں' عرف میں اس کو کوئی بشری کمزوریوں سے تعبیر نہیں کرتا۔ لوازم بشریت سے ملائکۃ اللہ اور حق تبارک و تعالیٰ منزہ ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے۔ اسلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے حق تعالیٰ تو ان کو یہ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے کہ کلمۂ اسلام میں'

کلمۂ شہادت میں اذان و اقامات میں اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام آئے' نماز میں درود وسلام بھیجنے کا حکم ہوا اور اس انداز سے ہو چونکہ حق تعالیٰ اور ان کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو' بارگاہ قدس سے اتنا اونچا منصب عطا کیا گیا ہو اور ان محقق صاحب کی نگاہ میں وہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں' جو شخصیت بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو کیا وہ اس منصب جلیل کی مستحق ہو سکتی ہے؟ بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن اس ایک جملہ سے ان کے تمام کمالات اور منصب نبوت پر پانی پھر جاتا ہے اور ہر ناقد کے لئے تنقید کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ بشری کمزوری میں جھوٹ بولنا خود غرضی بقایا جاہلیت کے آثار کا نمایاں ہونا' مصلحت اندیشی کا کارفرما ہونا' بنی عبد مناف اور نبی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دینا' قریش و مہاجرین کو وہ مقام عطا کرنا جس سے انصار محروم تھے' وغیرہ وغیرہ کون سی کمزوریاں ہیں جو اس اجمال میں نہیں آ سکتیں؟ کیا اچھا ہوتا کہ یہ محقق صاحب ان کمزوریوں کی نشاندہی خود فرما دیتے کہ وہ کون سی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات گرامی میں موجود ہیں۔ اس قسم کے نظریات یا قلمی طغیانی اس شخص کا شیوہ ہے۔ جو نہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ہو' نہ اسے علم دین میں کمال حاصل ہو۔ عجب و کبر میں مبتلا ہوا' اعجاب بالرائے کی وباء عظیم میں ملوث ہو۔ جس ذات گرامی پر ایمان لانے کا حکم ہو حق تعالیٰ ایمان کے بعد جس پر ایمان کا مرتبہ ہو' جسے ہدایت امت کے لئے سراجاً منیرا بنایا گیا ہو' جو دعوت الی اللہ پر مامور ہو جس کی شخصیت کو امت کے لیے اسوہ حسنہ بنایا گیا ہو جس کی صفات و کمالات اور خصائص اخلاق عظیم کا اعلان کیا گیا ہو محقق صاحب کی نگاہ میں ان کی شخصیت اتنی مجروح ہو کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ محقق صاحب سلف صالحین کو مجروع کرتے چلے آئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی شخصیت کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں اور انبیاء کرام کی شخصیت پر بھی کچھ نہ کچھ اشارے جرح کے موجود تھے' یونس علیہ السلام سے فریضہ نبوت پر تقصیر ہوئی .... ایک حضرت سید المرسلین خاتم النبین امام المتقین کی ذات گرامی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اب مجروح ہو گئی۔

قران کریم میں جہاں یہ حکم ہوا کہ آپ اعلان کریں کہ میں بشر ہوں ساتھ ہی ''یوحیٰ الیّ'' کا وصف لگایا گیا تا کہ کوئی قاصر الفہم قاصر العقل بشر کے ساتھ بشری کمزوریوں کا خیال نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ **قل انما انا بشرمثلکم یوحی الی انما الھکم اله واحد** کہف ۶ سورہ (سراء: ۹۲) میں ہے **قل سبحان ربی هل کنت بشراً رسولا** کے ساتھ رسول کی صفت لگائی گئی ہے۔ جہاں محض بشریت کا ذکر کیا ہے یا صفات بشریت کا ذکر ہے

وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل ہے قَالُوْآ ان انتم الابشر مثلنا (ابراہیم) ھل ھذاالابشر مثلکم (الانبیاء) ماھذا الابشر مثلکم (المومنون) ماانتم الابشر مثلنا (یٰسین) ما نرٰلک الابشرًا مثلنا (ھود:۲) کفار نے بلاشبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں بلکہ ان کو بھی اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ جرم بھی عائد کرسکیں کہ بشری کمزوریوں سے بالا تر نہیں اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کرام کی پاکیزگی اخلاق' کرامت و شرافت اتنی بدیہی اور واضح ہے کہ انکار کی مجال نہیں' زیادہ سے زیادہ یہ طعنہ دیا کہ کھاتا پیتا ہے' بازاروں میں جاتا ہے' گویا فرشتہ نہیں کہ ان چیزوں سے بالاتر ہو۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ موصوف کے دل میں اس سے بھی زیادہ کچھ ہے لیکن خوف مانع ہے پوری دل کی بات کا اظہار نہ کر سکے۔ ومانخفی صدورھم اکبر اللہ تعالیٰ اور زیغ وضلال سے بچائے۔ بشری کمزوری دو راستوں سے ہوتی ہے ۔ (۱) نفس (۲) شیطان۔ جب نبی و رسول نفس کی غیر مستحسن اور ناپسندیدہ خواہشات سے مبرا ہے اور پاک ہے تو اس کے عواطف و رجحانات ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا نفس نفس مطمئنہ ہے۔ نفس ملکی ہے۔ نفس کی صفات رذیلہ سے یکسر بالاتر ہے۔ ادنی سے ادنی رذیلہ نفسانی کا وہاں گزر نہیں اور نفس کے جتنے صفات کمال ہیں' تقویٰ و طہارت' شکر و صبر عفت و رافت' رحمت وجود اور سخاوکرم وغیرہ وغیرہ تمام کے تمام وہاں موجود ہوتے ہیں اور شیطان لعین کے وساوس سے یکسر حفاظت ہوتی ہے۔ شیطان نبی و رسول کو کبھی بھی غلط کام پر آمادہ ہی نہیں کرسکتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا شیطان مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔ بہر حال جب دونوں راستوں سے حفاظت ہوگئی تو بشری کمزوری خودبخود ختم ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں تو یہ آیا ہے کہ ''کان خلقہ القرآن'' آپ کے اخلاق کریمہ قرآن کریم کا مرقع ہے۔ گویا آپ کی حیات مقدسہ زندہ قرآن ہے۔ آپ کا وجود مقدس زندہ قرآن ہوا اور یہی تمام عالم کا فیصلہ ہے لیکن محقق صاحب فرماتے ہیں کہ بشری کمزوریوں سے آپ بالاتر نہیں پھر سنت اللہ جاری ہے کہ انبیاء کرام کے عام قوی بشری بھی عام انسانوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ان کی جسمانی صلاحیتیں جسمانی قوتیں برتر اور عام افراد سے بالاتر ہوتی ہیں' بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو چالیس افراد جنت کی قوت عطا فرمائی گئی ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں ہر فرد بشر کو سو اشخاص کی قوت عنایت کی جاتی ہے۔ بلکہ قاضی عیاض کی شفاء میں اور سیوطی کے خصائص کبریٰ میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ''یعنی ہمارے اجساد میں ارواح اہل جنت کی

ہیں'' ان تفصیلات کا یہاں موقع نہیں ہے بہرحال نہ معلوم کہ اتنی صاف اور واضح حقیقت کیوں سمجھ نہیں آتی کہ جب کوئی شخص بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو وہ کیونکہ ہادی و رہنما بنے گا اور اس کی دعوت و تبلیغ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے؟ قرآن کریم تو صاف اعلان فرماتا ہے: ''کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہو اور تم کتاب اللہ پڑھتے ہو کیا اتنا بھی تم نہیں جانتے کہ اس کا اثر کیا ہو گا۔'' حضور نبی کریم ﷺ کی تو سب سے بڑی خصوصیت یہ ہی ہے کہ جو کیا اسی کا حکم دیا۔ تا کہ قول و عمل میں کوئی تضاد نہ ہو' مقام افسوس ہے کہ محقق صاحب کو اتنی واضح اور صاف بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال جہاں محقق صاحب کے بہت سے قابل شدید اعتراض مباحث ہیں یا تعبیرات ہیں اور ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں یہ جملہ اور مضمون بھی قباحت گوئے سبقت لے گیا ہے محقق صاحب اپنی تفسیر سورۂ آل عمران میں حضرات صحابہؓ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ سودخوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اور سود دینے والوں میں نفرت' غصہ اور بغض حسد' احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔'' اسی سورۂ آل عمران کے آخر میں ان صحابہؓ کے بارے میں حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

> ''سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں' اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ عوض ملے گا اللہ سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔''

حق تعالیٰ نے تو ان کو یہ داد دی ہے اور محقق صاحب کی نگاہ میں وہ حریص' طماع' بخیل' خود غرض ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بغض و حسد رکھنے والے اور ان بیماریوں میں مبتلا تھے۔ ان میں جہل و عناد کی بھی انتہا ہو گئی۔ غزوۂ احد کے بعد غزوہ نبی النضیر میں جو سورۂ حشر نازل ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانہٗ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''ان فقراء اور مہاجرین کا حق ہے' جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد سے کرتے ہیں' یہی لوگ سچے ہیں۔ لوگوں کا حق ہے جو دارالاسلام میں ان (مہاجرین کے آنے

سے) قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

حق تعالیٰ تو ان مہاجرین و انصار کو صادقین و مفلحون جیسے شاندار الفاظ میں اس عجیب انداز سے داد دیں اور محقق صاحب ان کو طماع و حریص ایک دوسرے سے متنفر بتائیں اس وقت تو بطور مثال ایک سرسری اشارہ کر دیا گیا اور موضوع ابھی بہت کچھ لکھنے کا محتاج ہے۔ اسی مضمون و مقالہ کے شروع میں جو تحقیق فرمائی گئی کہ "ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں جس کو سب سے پہلے محمد ﷺ نے پیش کیا ہو اور اس بنا پر آپ کو بانیٔ اسلام کہنا صحیح ہو انبیاء میں محمد ﷺ کی خصوصیت دراصل یہ ہے کہ (۱) وہ خدا کے آخری نبی ہیں (۲) ان کے ذریعہ خدا نے اسی اصل دین کو پھر تازہ کر دیا جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا۔ الخ" اس مضمون میں بھی ان کو ٹھوکر لگی ہے اور غلط موڑ پر پہنچ گئے جو نہایت خطرناک ہے۔ اب دیانت اور دین کی خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے کہ ان مضامین پر بے لاگ تبصرہ ایسا کیا جائے کہ دودھ کا دودھ' پانی کا پانی سامنے آ جائے جو ایک دو مولوی ان کی ہم نوائی کرتے چلے آئے ہیں ان کے ایمانی امتحان کا وقت بھی آ گیا ہے۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل** حضرت نبی کریم ﷺ کے مقام عالی کا کیا کہنا۔ آپ کی صحبت' فیض خدمت' اور توجہات مبارکہ سے صحابہ کرام جس مقام پر پہنچ گئے ہیں اس کا ادراک بھی ہم جیسوں کے لئے ناممکن ہے قرآن کریم کی سورۂ فتح میں ارشاد ہے۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہرے سے نمایاں ہیں۔"

تکمیل دین اور ختم نبوت

چوہدری افضل حق ؒ

مشیت ایزدی نے دنیا کے کامل انسان پر دین حق کی تکمیل کردی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی عمارت کے آخری معمار قرار پائے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ " آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر نعمت پوری پوری کر دی کے جانفزا پیغام کا معنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کے ارشاد سے واضح کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ العلمین اس لئے قرار دیئے گئے کہ ان کے بعد نئی نئی تعلیمات اور نئے نئے رسولوں پر بنی نوع انسان تقسیم در تقسیم ہونے سے بچ جائے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے ساتھ ہی دنیا کی تمام ترقیوں کے راستے کھل گئے۔ یہ آپ ہی کے وجود باوجود کا اعجاز ہے کہ آپ کے ظہور کے ساتھ ملکوں اور قوموں میں باہم میل جول اور ربط و ضبط کے مواقع پیدا ہو گئے۔ زمانہ بتدریج ترقی کرتا کرتا یہاں تک پہنچ گیا لاکھوں میلوں کی مسافت دنوں میں طے ہونی لگی۔ اور برسوں کے سفر گھنٹوں میں طے ہونے لگے۔ اسلام کا یہ دعویٰ کہ میں تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے ایک ہی مشترکہ پیغام لایا ہوں۔ حالات اور واقعات سے سچ ثابت ہونے لگا۔ اسلام سے قبل دنیا کے حالات ایسے تھے کہ مشترکہ تربیت ناممکن تھیں چنانچہ زمانہ کے حالات کے مطابق نبی الگ الگ قوموں اور ملکوں کے لئے مبعوث ہوتے رہے کیونکہ اپنے ملک کے باہر دعوت و اشاعت میں ناقابل عبور مشکلات تھیں ں تا آنکہ رحمت حق جوش میں آئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اس شمع کے نور سے دنیا میں روشنی پھیلی۔

اب دنیا کو معلوم ہوا کہ اختلاف مذہب کی بنا پر انسان گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہر شخص نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ دنیا کو ایک مشترکہ مذہب کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ اب زمانے کے حالات اتنے بدل چکے ہیں کہ لوگ یوں بھی اختلاف مذہب کی بنا پر ایک دوسرے کو جہنمی قرار دینے کو ناپسند کرتے ہیں گویا زمانہ نئے نئے نبیوں کے دعووں کی بنا پر گروہ در گروہ تقسیم ہونے سے بالکل انکار پر آمادہ ہے اب زمانے کی سپرٹ کو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے ارشاد

اور اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے ربانی حکم کو ملا کر پڑھو تو منشائے ایزدی صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور ان پر دین کی تکمیل سے اس زمانہ کی سپرٹ اور ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم میں اس زمانہ کے حالات اور اس زمانے کے انسانوں کی سپرٹ پورے طور سے موجود تھی۔ یا یوں کہو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام دنیا کے لوگوں میں خود بخود سپرٹ پیدا کر دی کہ اب تمام دنیا ایک ہی پیغام اور ایک ہی پیغام بر کے تابع ہو جائے۔ ادھر تکمیل دین کی آیت اتری۔ لا نبی بعدی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرما دی۔ ساتھ ہی آنے والے زمانے کی سپرٹ نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تصدیق کر دی۔

مرزائی کہتے ہیں باب نبوت کے بند ہونے کے دعویٰ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی رحمت کا دروازہ بند ہو گیا۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ لوگوں کو رشد و ہدایت کے لئے نبیوں کا ظہور تا قیامت ضروری ہے۔ دیکھو سلامتی کے مذہب یعنی دین اسلام میں ایک حد تک اس ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنی مجددوں کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ مگر مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہیں۔ لیکن کسی ایسے نبی کے آنے کا انکار ہے جس کے دعویٰ کی بناء پر اس کے نہ ماننے والے لوگ قابل مؤاخذہ سمجھے جائیں گے۔ غور کرو کہ بنی نوع انسان کیلئے اسلام کی پیش کردہ صورت باعث رحمت ہے یا مرزائیوں کا مذہبی دعوی دنیا کے لئے بہتر ہے کہ مرزا غلام احمد یا اسی قسم کے بعد کے آنے والے نبیوں پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔ بعض اوقات دانا بھی بے وقوفوں کی سی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ مرزائیوں میں سے اکثر اس دعویٰ کے بودا پن کے قائل ہیں۔ یعنی ایک خاص جماعت لاہوری مرزائیوں کے نام سے مشہور ہے۔ اسی بناء پر مرزا صاحب کی نبوت سے منکر ہے لیکن قادیانی مرزائیوں میں سے تعلیم یافتہ طبقہ مرزا صاحب کو نبی مان کر نہ صرف عالم اسلام بلکہ زمانہ بھر کے لئے مذاق کا باعث بن رہا ہے۔ اگر اسلام کے اصول اور زمانہ کی سپرٹ کے خلاف مرزائیوں کی طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ باب نبوت تا قیامت کھلا رہے گا۔ اور آنے والے نبی پر ایمان نہ لانے والا جہنمی قرار دیا جائے گا۔ تو غور کرو۔ نسلوں کی نسلیں یونہی کفر کی موت مریں گی اور نبیوں کے حلقۂ احباب سے باہر سب دنیا جہنم میں جائے گی اور بار بار نسل انسانی بیش از بیش مذہبی گروہوں میں تقسیم ہوتی چلی جائے گی اور مذہبی تنازعوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

قادیانی کہتے ہیں کہ نبوت کے دروازے کا بند کرنا ایک انوکھی بات ہے۔ حالانکہ وہ اس انوکھی بات کے قائل ہیں کہ اسلام اور اسلام کے بانی کی دعوت تمام دنیا اور قیامت تک کے لئے ہے اب اس تعلیم میں کمی کی گنجائش نہیں۔ جب ایک نبی برخلاف تمام پچھلے نبیوں کے تمام دنیا کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے آ چکا۔ تو پھر کسی نئے مدعی نبوت کی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوتی۔ ہاں اگر مرزائی حضرات اس امر کا باطل دعویٰ کریں کہ جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی مخصوص ملکوں اور مخصوص قوموں کے لئے آئے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک قوم یا کسی ایک خاص ملک کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور جناب مرزا کسی اور ملک اور کسی اور قوم کے لئے نازل ہوئے اور خاص خاص ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لئے خاص نبیوں کو بھیجنے کی سنت ابھی جاری ہے لیکن وہ ایسا تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے آفتاب ہدایت ہیں۔ تو اس آفتاب کے سامنے مرزائیوں کا دیا جلانا بے شک بے عقلی کی بات ہے۔ اسلام کا یہ دعویٰ کہ یہ تمام آنے والی نسلوں اور زمانے کی ضرورتوں کا کفیل ہے اور قرآن پر مسلمانوں اور قادیانیوں کا مشترکہ یقین کہ اس کے مخاطب تمام قومیں' تمام نسلیں اور تمام آنے والا زمانہ ہے۔ اس اعتقاد کو ختم کر دیتا ہے کہ نبوت کا باب بدستور کھلا ہے۔

کاش! مرزائی اتنی موٹی بات کو سمجھیں کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ وہ تمام ملکوں اور قوموں کے لئے مشعل ہدایت ہیں اور قرآن تا قیامت مومنین کی جان کا نور رہے گا تو باب نبوت کا وا سمجھنا سوائے فتنہ کے دروازے کھولنے کے اور کیا مطلب رکھتا ہے۔

عزیزو! اس سچی بات پر یقین رکھو کہ اسلام تمام قوموں' تمام ملکوں اور تمام زمانوں کے لئے بہترین دستور عمل ہے اس لئے اس پیغام کو لانے والا تمام قوموں اور تمام ملکوں کے لئے واجب التسلیم پیغمبر ہے۔ عقل انسانی اور ضرورت زمانہ کو تو اب اس بات پر اصرار ہے کہ قومیں نئے نئے نبیوں کے دعوؤں کی بنا پر گروہوں میں تقسیم نہ ہوں۔ دنیا کا ایک ہی مشترک مذہب ہو جو امن و سلامتی اور بنی نوع انسان کے اتحاد کا ضامن ہو۔ یہ مذہب اسلام ہے اس کو لانے والے کے فیض کو تمام زمانوں کے لئے کافی قرار دیا جائے۔

میری بحث کے تین جزو ہیں:

اول: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی مبعوث ہوئے وہ خاص

خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے ان کا فیض عام نہ تھا۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جو رحمتہ للعلمین کہلائے اور تمام دنیا کے لئے ہادی قرار پائے اس دعویٰ کی بنا پر عقل کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔

دوئم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام اترا وہ تمام نسلوں اور تمام زمانوں کے لئے بہترین دستور عمل ہے اور اس کلام کی محافظت کی ذمہ داری خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات پر لی ہے لاکھوں قرآن پاک کے حفاظ اس کے شاہد و عادل ہیں۔ اس لئے ایسی ہمہ گیر اور تا قیامت باقی رہنے والی تعلیم دینے والا نبی آخر الزمان نبی کہلاتا ہے اور اس کے بعد کسی نبی کے آنے کا خیال باطل ہے۔

سوئم: بار بار نبیوں کے آنے اور ملک ملک اور قبیلے قبیلے میں پیغمبروں کے آنے کی سرے سے ضرورت ختم ہو چکی ہے کیوں کہ اللہ کے فضل اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے زمانہ ترقی کے ان مراحل پر پہنچ چکا ہے جہاں ایک مذہب اور ایک حکومت اور ایک زبان کی ضرورت تسلیم کی جا رہی ہے۔ زمانہ زبان حال سے مذہبی گروہ بندیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہا ہے۔ اس لئے منشائے ایزدی بنی نوع انسان میں جاری اور طاری سپرٹ سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ یہی ہے کہ آئندہ نسل انسانی نئے نئے نبیوں کے دعووں کی بنا پر گروہوں میں تقسیم نہ ہو بلکہ ایک ہی سلامتی کے مذہب کو قبول کریں اور ایک ہی سلامتی کے شہزادے کی حکومت تسلیم کریں اور وہ سلامتی کا مذہب اسلام ہے اور اس کے شہزادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مرزائیت اور کمیونزم

صرف سرمایہ ہی طبقات پیدا نہیں کرتا بلکہ انسانوں میں گروہ بندی کرنے والے اور بھی محرکات ہیں۔ ان سب سے بڑا ذریعہ مختلف نبیوں پر ایمان ہے۔ قومیں خدا پر ایمان کے نزاع پر مختلف نہیں بلکہ مختلف نبیوں پر ایمان لانے کے باعث الگ الگ ہیں۔ پہلے آمدورفت کے وسائل کی کمی کی وجہ سے ہر ملک ایک الگ دنیا تھی۔ الگ الگ پیغمبروں کے ذریعے ہر ملک کی روحانی تربیت ضروری تھی۔ ایک ملک میں بیٹھ کر سب ملکوں میں پیغام نہ پہنچایا جا سکتا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل ہوا۔ آپ نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا اعلان کر کے دنیا کو اتحاد کا مژدہ سنایا کہ آئندہ نبیوں کی بنا پر قوموں کی تربیت ختم ہو گئی۔ آؤ ایک محکم دین کی طرف آؤ یہ سب کے حالات کے مطابق ہے۔ اسلام تمہارے سارے عوارض کا مکمل نسخہ ہے۔ زمانے نے دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بتدریج دور دور کے ملک آمدورفت کے سلسلوں میں آسانیوں کے باعث نزدیک تر ہوتے گئے۔ اب تو دور دراز ملک ایک شہر کے محلوں سے بھی قریب معلوم ہونے لگے ہیں۔ اس لئے ملک ملک کے علیحدہ پیغامبر کی ضرورت نہ رہی تھی۔

اب انسانی دماغ کافی نشوونما پا چکا تھا۔ لوگ اپنا بھلا برا خود سمجھنے لگے' اب ایک سچائی پیش کرنا کافی ہے۔ باقی معاملہ لوگوں کی سمجھ پر چھوڑنا کفایت کرتا ہے۔ مذہب کی سچائی اب سمجھ سے بالا نہیں بلکہ تعصب کے باعث قبول کرنے میں دقت ہے۔ دنیا نے دیکھ لیا سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آتے ہی اہل دنیا کی عقل اور علم نے حیرت انگیز ترقی کی۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معنی یہ تھے کہ اب انسانیت سن شعور کو پہنچ چکی ہے۔ اب کسی سکول ماسٹر کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ دنیا کے حالات کا مطالعہ کر سکتے ہیں وہ سچی اور جھوٹی بات میں فرق کر کے صحیح راہ تلاش کر سکتے ہیں۔ اب مکمل سچائی یعنی اسلام ہم تک پہنچ گیا۔ اب کسی نبی کی ضرورت نہ رہی۔ اگر ہم نبوت کا سلسلہ ابھی تک جاری مان لیں تو پھر مختلف نبیوں پر ایمان کے باعث قوموں' ملکوں پر اور انسانیت میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہے گا۔ پہلے تو ملک ملک ایک الگ دنیا تھی۔ الگ الگ نبیوں کی ضرورت تھی اب جب دنیا سمٹ کر ایک کنبہ میں رہتی ہے۔ تو نبوت کے مختلف دعوے داروں کا آنا دنیا کو تقسیم بلاضرورت کرنے سے کم نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لا نبی بعدی کا ارشاد دنیا کے لئے رحمت کا پیغام اور انسانیت کے لئے خوش خبری تھی۔

ہندوستان کی سرزمین عجیب ہے۔ قادیان میں مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۳۰' ۴۰ برس مسلمانوں کی توجہ تعمیری کاموں کی بجائے اس قضیئے کی طرف لگی رہی۔ ایک حصہ کٹ کے الگ ہو گیا۔ انگریزی حکومت کے زیرسایہ جہاں چھوٹے بڑے راجے نواب پرورش پا کر سرکار کے گن گاتے ہیں۔ اسی طرح حکومت کو اعتراض نہ تھا۔ اگر متعدد نبی اور کئی ایک

سرکاری ولی پیدا ہو کر ان کے دعا گو بنے رہیں۔ انہیں امور سلطنت میں سہولت درکار تھی۔ مسلمانوں کو قابو میں رکھنے کی تدبیروں میں سے یہ بھی حکومت انگریزی کی کارگر تدبیر تھی کہ روحانی اداروں پر ان کے ہوا خواہ قابض ہوں اور یوں سرکار انگریزی کی وفاداری مسلمانوں کا جزو مذہب بن جائے پنجاب اور سندھ میں ہر پیر خانہ سرکاری تعلق داری اور وظیفہ خواری پر پرورش پا رہا ہے۔ یہ تو پیر تھے۔ مگر حکومت کو قادیان کا پیغمبر ہوا خواہی کے لئے مل گیا۔ مسلمان سیاسی اور مذہبی طور پر انگریزی غلامی پر مطمئن ہو گئے۔ مسلمانوں کی موجودہ مدہوشی کی بڑی وجہ انگریز کی یہ کامیاب تدبیر ہے۔ پھر تو ساری اسلامی آبادی حکومت کی منقولہ جائیداد بن کر رہ گئی تھی۔ جہاں سے اٹھائیں جہاں ڈالیں۔ مخالفت کی ایک آواز نکالنا مشکل تھی۔ انگریزی حکومت کی سب سے زیادہ حمایت قادیان کی جماعت کو حاصل تھی۔ یہ تائید اتنی زیادہ تھی کہ اکثر سرکاری محکموں میں وہ بہت اثر و رسوخ کے مالک ہو گئے۔ بعض جگہ تو سارے کا سارا ضلع ان کے اثر و رسوخ میں آ گیا۔ لوگ حکومت کی تائید حاصل کرنے کے لئے قادیانی کی تائید حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی تو الگ رہا قادیانی مرزائی حکومت کو تفصیلی خبریں پہنچاتے تھے حکومت وقت کے خلاف آزادی کی ہر آواز کو دبانے کے لئے اس جماعت کے افراد سب سے پیش پیش تھے۔ اسی لئے لوگ قادیانی آواز کو حکومت کی آواز کی صدائے بازگشت سمجھتے تھے اور بے حد خائف تھے۔ یہ لوگ معمولی آئینی ایجی ٹیشن کو بڑھا چڑھا کر سرکار کے دربار میں بیان کرتے تھے۔ انتخابات میں حال یہ تھا کہ ہر امیدوار قادیان کی حمایت حاصل کرنا ضروری سمجھتا تھا جسے یہ تائید حاصل ہو گئی اسے گویا سرکاری تائید حاصل ہو گئی۔ پس قادیانی تحریک کی مخالفت سیاسی اور مذہبی دونوں وجوہات کی بنا پر تھی جس اسلامی جماعت نے مسلمانوں کو آزاد اور توانا قوم دیکھنے کا ارادہ کیا ہوا سے سب سے پہلے اس جماعت سے ٹکرانا ناگزیر تھا۔ اس جماعت کے اثر و رسوغ کو کم کیے بغیر آزادی کا تصور کرنا ممکن نہ تھا۔ شاید ہماری آئندہ نسلیں قادیانیوں کے خلاف ہماری جدوجہد کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے میں اس طرح کی غلطی کھائیں جس طرح مذہب سے بیزار و اشتراکیت کا شیدائی کھا رہا ہے۔ تعجب ہے کہ اقتصادی مساوات کے حامی لوگ صرف ہمارے مذہبی رجحانات کو دیکھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ احرار سرمایہ داری کے مضبوط قلعے پر حملہ آور ہیں۔

مسلمان مرزائیوں کے خلاف صف آراء کیوں ہیں؟

○...... ہم اس امت مرتدہ کے بحیثیت انسان مخالف نہیں' نہ ان کی عزت و آبرو کے دشمن ہیں لیکن ان کے مکر و فریب اور دجل و تلبیس سے بچنا ہم اپنا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔

○...... یہ لوگ سیاسی طور پر مسلمانوں کے ساتھ صرف اس لئے رہنا چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کے حقوق سے فائدہ اٹھائیں لیکن ان کا مذہبی اور معاشی مقاطعہ کر کے نہ صرف اپنی علیحدہ قوت تعمیر کرتے بلکہ مسلمانوں کی دینی و ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

○...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوی خواہ ظلی ہو یا بروزی نہ صرف اسلام پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ مسلمانوں میں انتشار عظیم پیدا کرنے کا بھی باعث ہے۔

○...... یہ لوگ برٹش امپریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔

○...... مسلمانوں میں ففتھ کالم کے طور پر کام کرتے ہیں۔

○...... ان کا وجود مسلمانوں کی داخلی زندگی کے لئے اسرائیل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

○...... انگریزوں نے مرزائیوں سے مسلمان ملکوں کی جاسوسی کا کام لیا ہے۔

○...... انہوں نے انگریزوں کی غلامی کے لئے نبوت کا ذبہ کا کٹھراگ رچا کر الہام کی زبان میں سند مہیا کی ہے۔

○...... انہیں مسلمانوں کی جمعیت سے حذف کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کا وجود نہ صرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی نظر میں خارج اسلام ہے بلکہ ان کی اپنی تحریروں میں درج ہے کہ یہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ جب یہ تمام مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر مسلمانوں میں شامل رہنے پر مصر کیوں ہیں؟

○...... انہوں نے مسلمانوں کی مقدس مصطلحات کو اپنے حاشیہ برداروں اور اپنے گماشتوں پر استعمال کر کے نہ صرف ان الفاظ کی قدر و قیمت کو ہلکا کیا ہے بلکہ اس تقدس اور

پاکیزگی کو بھی عاجز کیا ہے جو ان الفاظ اور مصطلحات سے وابستہ ہے۔

○...... جو مسلمان اس امت مرتدہ کو مسلمانوں کا جزو خیال کرتے ہیں اور ان کے وسائل سے مرعوب ہو کر اس تحریک کو محض اُحرار کی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں وہ اسلام اور نفس اسلام کے مقاضوں کو نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور یہی وہ نقطۂ نگاہ ہے جس سے مرزائیت کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔

پاکستان کی سالمیّت اور عقیدۂ ختم نبوّت

مولانا عبدالستار خاں نیازی ایم۔اے

دین کے عام فہم معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی اور آخرت کے ہر مسئلہ میں آخری حجت مانا جائے اور ہر زمانے میں جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی اور آخرت کے ہر مسئلے میں آخری حجت تسلیم کیا ہے۔ ان کی کارگزاری کی روشنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفہیمات کا مفہوم سمجھا جائے جسے فقہاء کی اصطلاح میں سُنّتِ سلف صالحین کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہر آئین میں قرآن وسنت کو سارے آئین کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی سالمیت برقرار رکھنے کی خاطر پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس نبی پر نازل ہونے والی کتاب اور کس نبی کی سنت آئین کا سرچشمہ ہے۔

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زین جہت با یکدم پیوستہ ایم

گویا ختم نبوت صرف فقہ اور عقائد کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پاکستان کے آئین اور قانون کا مسئلہ ہے۔ یہ مشرقی پاکستان، کشمیر، سرحد، بلوچستان، پنجاب اور سندھ کو ایک دوسرے سے پیوست کرنے یا ایک دوسرے سے اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ پاکستان کو بھارت سے جدا کرنے یا بھارت کے ساتھ واپس ملحق کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ ہر پاکستانی خاندان کے اندر نسب اور صلہ رحمی کے رشتے قائم رکھنے یا منقطع کر دینے کا مسئلہ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے کسی مسلمان کی شخصیت کو قائم رکھنے یا

دیوانے کے خواب کی طرح اس کی شخصیت کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے برسر پیکار کر کے اس کی اخلاقی اور ذہنی موت وارد کر دینے یا توحید سے اس کو بامعنی بنا دینے کا مسئلہ ہے۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ کسی شاعر کی مبالغہ آرائی یا کسی واعظ کی محفل آرائی نہیں۔ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ جس دن سے تحریک تحفظ ختم نبوت کو کچلا گیا تھا اس دن سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین مساواتِ نمائندگی اور مساواتِ تقسیم کے مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ جس پختونستان کو ہم جاہلانہ عصبیت کا نام دیا کرتے تھے وہ ہمارے ایک سابق صدرِ مملکت اور ایک بیرونی بادشاہ کے مابین موضوعِ گفتگو بن چکا ہے اور اب کابل برانڈ اور اتمان زئی برانڈ میں تقسیم ہو کر اسے ریشمی غلاف میں ملفوف کر کے پیش کیا جا رہا ہے (جب صوبہ جاتی خودمختاری پیش نظر ہے تو پختونستان کے گمراہ کن نام کے بجائے اسے صوبہ خیبر سے کیوں موسوم نہیں کیا جاتا) جس پنجاب نے پاکستان بنانے کے لیے سب سے زیادہ قربانی دی اور جس نے سب سے زیادہ مہاجرین کو آباد کیا اسے گزشتہ دس سال سے ساٹھ فیصدی کے بجائے چالیس فیصد نیابت ملتی رہی اور ادنیٰ ملازمتوں میں یہ تناسب بیس سے لے کر تیس فیصدی تک گر گیا اور جب تلافی مافات کا موقع آیا تو وحدت کو ہی کالعدم قرار دے کر ۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

کا نقشہ پیش کر دیا گیا بلکہ زونل فیڈریشن کے چکر میں لا کر پنجاب کو ساٹھ کے بجائے بیس فیصدی نمائندگی دے کر مساوات کا ہمرنگ زمین دامِ فریب پھیلایا جا رہا ہے۔

مجھ سے زیادہ صوبائی عصبیتوں کا مخالف کوئی نہ ہو گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان بھائی کا حق بلا رضامندی دوسرے کو منتقل کر دینا ظلم ہے۔ ظلم سے تعصّبات مٹا نہیں کرتے بلکہ ہر تعصب کی پرورش کسی ظلم سے ہوتی ہے۔ کل پنجاب کے نام پر بنگال کو اس کثرتِ آبادی کے حق نیابت سے محروم کیا گیا تھا تو بعض نادان پنجابی خوش ہوئے کہ بنگالی بڑے متعصب ہیں اچھا ہے ان کی نیابت کم ہو گئی۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ بعد میں خود پنجاب کو ساٹھ فیصد کے بجائے چالیس فیصد نیابت مل گئی۔ آخر وحدتِ مغربی پاکستان کے پرزے اڑ گئے اور علاقائی خودمختاری کی آڑ میں مرکز کی بے دست و پائی ملکی سالمیت میں اختلال و انتشار کے اسباب پیدا کر گئی۔ غرض ظلم کی جڑ سے ظلم کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ ظلم اور

انصاف کے مابین حد سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اور کسی پیمانے سے نہیں کھینچی جا سکتی۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت (ختمیت احکام رسالت) کو ملک کی سیاست سے خارج کرنے کی ناپاک مساعی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خود ملک کی سیاست مجہول و معدوم ہو کر رہ گئی ہے۔ جن بوالعجبیوں پر کبھی مسلم لیگ کا مذاق اڑایا جاتا تھا آج ملک کی ہر سیاسی جماعت ان بوالعجبیوں کا عجائب گھر بن کر رہ گئی ہے۔ تلبیس و منافقت کے زور سے جو پارٹی کتاب و سنت کی فرمانروائی کا نعرہ بلند کرتی ہے وہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اشتراکیت اور جمہوریت کے آقاؤں کی غلامی کو بھی لازمہ حیات سمجھتی ہے۔ حضور خاتم النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا مطلب بقول حکیم الامت یہ ہے کہ

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی است

دنیا کے تمام قائدین، مفکرین اور فلاسفہ کو ٹھکرا کر صرف مولائے یثرب صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کو زندگی اور آخرت کے تمام مسائل میں ہر پہلو سے حرف آخر قرار دیا جائے اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے کیونکہ

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

تحریک تحفظ ختم نبوت

افسوس ہے کہ عقیدہ خاتمیت کی اہمیت اور دائرہ گیرائی کو افرنگ زدہ طبقہ نے نظر انداز کر کے اسلامی معاشرہ میں خلل اور دوغلاہٹ پیدا کر دی اور اسلام کو دیگر مذاہب کی صف میں کھڑا کر کے زندگی کا پرائیویٹ مسئلہ قرار دے دیا حالانکہ یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا نہیں اور مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے منقطع نہیں۔ باوجود اس کے تحریک ختم نبوت کے متعلق یہ افسوس ناک سانحہ ہے کہ اس تحریک کو ان مضمون میں بار بار مذہبی تحریک کہا گیا ہے گویا یہ ایک سیاسی، اقتصادی اور عالمگیر تحریک نہ تھی جب ''مذہبی'' کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کی وہی درگت بن جاتی

ہے جس طرح ''مذہبی سکھوں'' کی ترکیب لفظی میں مذہب کا اسلامی مفہوم مسخ ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ تحریک تحفظ ختم نبوت ان معنوں میں ایک مذہبی تحریک تھی جن معنوں میں ''تحریک قیام پاکستان'' ایک مذہبی تحریک تھی' جن معنوں میں ''تحریک حصولِ کشمیر'' ایک مذہبی تحریک ہے اور جن معنوں میں سود کی ممانعت سے پاکستان کی اقتصادیات کو مغربی بنکاری (Banking) کے انسانیت کش اثرات سے نجات دلانے کی تحریک ایک مذہبی تحریک ہو گی۔ اس غلط فہمی اور غلط بیانی کی ابتدا اس ماحول میں ہوئی جب کہ ''راست اقدام'' (Direct action) کو بغاوت کے مترادف قرار دینے کی ناجائز کوشش جاری تھی۔

جس شخص نے تحریک تحفظ ختم نبوت کی ابتداء اور ارتقاء کے مراحل کا مطالعہ کیا ہے اور اس وقت کی تقاریر اور جلسوں کی کارروائی اور کارکنوں کی جدوجہد اور تنظیم کی سرگرمیوں پر اس کی نگاہ ہے' وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس تحریک کے چلانے والوں کو صرف یہ خیال دامنگیر نہ تھا کہ وہ الٰہیات' فقہ یا علم عقائد کا کوئی اصولی مسئلہ بجائے مدرسہ میں طے کرنے کے مسند حکومت پر بیٹھ کر سلجھانے کے خواہشمند تھے۔ بات یہ تھی کہ الٰہیات' فقہ اور علم عقائد کے ایک مسلمہ مسئلہ کو بعض سیاسی' اقتصادی اور عملی سازشوں کی مصلحت نے یوں الجھا دیا تھا کہ اس مسئلہ کو مسند حکومت پر بیٹھ کر طے کیے بغیر نہ ان سیاسی غداروں کا علاج کیا جا سکتا تھا جو نبوت کا نور ملکہ وکٹوریہ کے نور سے اخذ کرنا چاہتے تھے' نہ ان اقتصادی' رخنہ اندازیوں کا قلع قمع ہوسکتا تھا جو امریکہ میں پیدا ہونے والے وافر غلے کی منڈی پاکستان میں مہیا کرنے کی خاطر ایک طرف پاکستان کے دریاؤں کا رُخ بدلے جانے پر کسی عملی مداخلت کی بجائے یو۔ این۔ او میں ساڑھے بارہ گھنٹے تقریر کرنا کافی سمجھتے تھے (سر ظفر اللہ کی تقریر بازی) اور دوسری طرف ملکی غلے کو بھارت میں سمگل ہونے کا موقع دے کر یہاں مصنوعی قحط کی صورت پیدا کر رہے تھے۔

مقام محمدیؐ

تحریک تحفظ ختم نبوت سے قطع نظر جب اس عقیدہ خاتمیت کی عالمگیر آفاقیت کا علمی وتحقیقی انداز میں جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس سے انکار و انحراف نہ صرف کفر کو مستلزم ہے بلکہ امت محمدیہ کے خلاف کھلی بغاوت کے مترادف ہے جب کوئی شخص حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کے خلاف اقدام کرتا ہے تو سوادِ اعظم امت محمدیہؐ سے جنگ آزما ہو کر وحدتِ ملی کو پارہ پارہ اور دارالاسلام پاکستان کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتا ہے۔ بنا بریں امت کو سنگین حصار بنا کر اس کے تحفظ کا مستقل انتظام کرنا پڑے گا اور اسلام کی آڑ میں عقیدۂ خاتمیت کے خلاف ہر قسم کی حرکت کو قانوناً روک دینا ہوگا۔ اس عقیدہ کی اہمیت کو حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:۔

''اس نقطہ خیال سے دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ''دنیائے قدیم'' اور ''دنیائے جدید'' کے درمیان بطور حد فاصل کھڑے دکھائی دیں گے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ آپؐ کی وحی کا سرچشمہ کیا ہے تو آپ دنیائے قدیم سے متعلق نظر آئیں گے۔ لیکن اگر اس حقیقت پر نظر کی جائے کہ آپؐ کی وحی کی روح کیا ہے تو جنابؐ کی ذاتِ گرامی دنیائے جدید سے متعلق نظر آئے گی۔ آپ کی بدولت زندگی نے علم کے ان سرچشموں کا سراغ پالیا جن کی اسے اپنی شاہراہوں کے لیے ضرورت تھی۔ اسلام کا ظہور استقرائی علم (Inductive knowledge) کا ظہور ہے۔ اسلام میں نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور اس تکمیل سے اس نے خود اپنی خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ لطیف نکتہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ عہد طفولیت کی حالت میں نہیں رکھا جا سکتا اسلام نے دینی پیشوائی اور وراثتی بادشاہت (Priest hood hereditary king ship) کا خاتمہ کر دیا۔ قرآنِ حکیم غور و فکر اور تجارب و مشاہدات پر بار بار زور دیتا ہے اور تاریخ و فطرت دونوں کو علم انسانیت کے ذرائع ٹھہراتا ہے۔ یہ سب اسی مقصد کے مختلف گوشے ہیں جو ختم نبوت کی تہ میں پوشیدہ ہے۔''

''پھر عقیدۂ ختم نبوت کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ اسے لوگوں کے باطنی واردات (Mystic Experience) کے متعلق ایک آزاد اور ناقدانہ طرزِ عمل قائم ہوتا ہے۔ اس لیے ختم نبوت کے معنی یہ

ہیں کہ اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا مدعی نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار (Super natural authority) کی بناء پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ختم نبوت کا ہی عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے دعویٰ اقتدار کا خاتمہ کر دیتا ہے۔اب کسی کے باطنی مشاہدات کیسے ہی غیر معمولی کیوں نہ ہوں' ان پر اسی طرح تنقیدی نگاہ ڈالی جا سکتی ہے جس طرح انسانی مشاہدات کے دوسرے پہلوؤں پر۔"

Reconstruction of religious thoughts in Islam

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد
رونق ازما محفل ایام را
او رسلؐ راختم وما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما نہاد
داد مارا آخریں جامے کہ داشت
"لا نبی بعدی" زاحسان خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰؐ است

(ماہنامہ ضیائے حرم جولائی ۱۹۷۲ء)

نزولِ مسیحؑ ابن مریمؑ کی متعلقہ احادیث

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی

ناظرین نزول مسیحؑ بن مریم کی احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے۔ جب ان کو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ، رنگ سرخ و سفید، لباس زردی مائل، گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لیے لوگوں سے جنگ وقتال کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ خدائے تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دے گا۔ صرف اسلام باقی رہے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو امیر جماعت کہے گا۔ آیئے نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم ایک دوسرے کے امام ہو۔ خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل امت محمدیؐ کے ایک فرد کی اقتدار کریں گے۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابرؓ ہے واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ **کیف اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم** یعنی **واما مکم متکم** سے دوسرا شخص عیسیٰ بن مریم کا مغائر مراد ہے۔ نہ جیسا کہ مرزا جی نے اپنے مطلب

کے لیے وھوا مامکم نکال کرامام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں شب معراج میں ابراہیمؑ وموسیٰؑ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کے سپرد ہوا۔ انھوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہم السلام پر بات ڈالی گئی۔ انھوں نے کہا۔ مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر اس کا تصفیہ رکھا گیا۔ انھوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدائے تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا۔ اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہو گی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔ ناظرین ذرا مرزا جی سے پوچھیں کہ کیا شب معراج میں اس معاہدہ کے بیان کرنے والے آپ ہی تھے اور اگر بقول آپ کے عیسیٰ علیہم السلام بن مریم نے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے جیسا کہ آپ کا مزعوم ہے کیوں خبر نہ دی۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے خدا پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک قریب ہے ابن مریمؑ تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو اٹھائیں گے۔ مال کی کثرت ہو جائے گی اور زرد مال کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا اور دنیا بھر کے مال ومتاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابو ہریرہؓ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبویؐ کے ساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ. (نساء آیت ۱۵۹)

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ اگر وہ پتھریلی زمین سے کہہ دیں کہ شہد ہو کر بہہ جا وہ بہہ چلے۔ پہلی حدیث ابو داؤدؒ دوسری مسلمؒ تیسری مسند احمدؒ چوتھی بخاریؒ پانچویں مسند کی ہے اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ خاتم المحدثین امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

خصوصیات زمانہ نزول مسیح علیہ السلام

۱۔ ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہو گی۔ آج کے عیسیٰ بننے والے خود ہی چندہ کے (کبھی تو بحیلہ منارہ اور کبھی بہ بہانہ تصنیف اور کبھی بذریعہ مسافر نوازی) محتاج ہیں۔

۲۔ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا اور اسے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب متمول اور تونگر ہوں گے۔ آج دنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں۔

۳۔ آپس کے بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائے گی۔

۴۔ زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے۔ ان کو کچھ ضرر نہ ہو گا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چرے گا۔

۵۔ زمین صلح سے بھر جائے گی۔

۶۔ زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل پیدا کر اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا اور انار کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے دودھ میں برکت ہو گی۔ یہاں تک کہ ایک دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو۔ دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو اور دودھار بکری ایک جدی مخصوص کو کفایت کرے گی۔

۷۔ گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی۔ بیل گراں قیمت ہو جائیں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

سیرتِ مسیح

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں نہایت سکینہ سے چلیں گے۔ زمین ان کے لیے سمٹ جائے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کر جائے گی۔

۲۔ جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائے گا۔

۳۔ یہ بیت المقدس کو بند پائیں گے۔ دجال نے محاصرہ کرلیا ہوگا۔ اس وقت نمازِ صبح کا وقت ہوگا۔

۴۔ ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے۔ تمام خشکی وتری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں گے۔

۵۔ یہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدفون ہوں گے۔ مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

۶۔ دجال کو بابِ لُد پر قتل کریں گے۔ اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلائیں گے۔

امروہی صاحب! دعویٰ کرنا تو آسان ہے ثبوت دینا مشکل ہوجاتا ہے۔

ناظرین کو بعد ملاحظہ مضامین احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے کالشمس فی نصف النہار واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم نہ مثیل اس کا۔ ان احادیث نزول سے اس نبی اللہ کے قطعی المراد ہونے کے بعد' غلام احمد قادیانی وغیرہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ اب کسی فقرہ احادیث میں اگر مجاز وتشبیہہ واستعارہ بھی ہو' تو وہ اس پر دلیل نہیں ہوسکتی کہ عیسیٰ ابن مریم کے لفظ سے مجاز وغیرہ کے طور پر قادیانی لیا جائے کیونکہ یہاں پر قرینہ صارفہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے۔ مرزا صاحب کا اجتماع کسوف وخسوف کو جو مہدی کے ظہور کے علامات میں سے ہے اور ابھی وقوع میں نہیں آیا۔ کَمَا مَرَّ اپنے مسیح موعود ہونے کے لیے دلیل ٹھہرانا' اس پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی شخص ہے اور اوپر احادیث صحیحہ سے واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود تو ابن مریم خدا کا نبی ہے جس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور مہدی اہل بیت نبویؐ سے ہوگا۔ مرزا صاحب مع اتباع کے لامھدی الا عیسٰی کے ساتھ متمسک ہیں۔ مگر یہ استدلال بالکل ضعیف اور اوھن من بیت العنکبوت ہے' کیونکہ

اوّل: تو یہ حدیث علامہ زرقانیؒ نے مردود ٹھہرائی ہے۔

دوئم: یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابی امامہ کی خدمت میں تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں پر ہٹنا چاہے گا تاکہ عیسیٰؑ آگے بڑھے اور یہی مضمون ہے امام بخاریؒ کی حدیث کا جو بروایت ابو ہریرہؓ مذکور ہے۔

سوئم: بعد تسلیم صحت کے چونکہ یہ فقرہ ٹکڑا ہے حدیث طویل کا' جو انقلاب و تغیر زمانہ کے بارہ میں فرمائی گئی اور ماقبل اس کے ولن تقوم الساعة الا علی شرار الناس (ترجمہ۔ ہرگز قیامت قائم نہ ہوگی مگر او پر شریروں کے) موجود ہے۔ لہٰذا سیاق و سباق کے لحاظ سے معنی یہ ہوا کہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا بغیر عیسیٰ کے۔ یعنی قیامت کے قریب بغیر عیسیٰؑ بن مریم اور اتباع اس کے سب شریر ہوں گے۔ لفظ (شرار) کا جو جمع ہے شریر کی' صاف بتلا رہا ہے کہ مہدی سے مراد معنی وصفی یعنی ہدایت یافتہ ہے نہ علمی۔

قولہ

ص ۴ یا مثلاً حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا۔ بذریعہ ہزارہا رسائل و اشتہارات کے ایک عالم میں شائع ہو چکا۔ حتیٰ کہ فوٹو گرافروں نے اس کا عکس کھینچ کر ایک دنیا میں شائع کر دیا۔ اب یہ حلیہ کوئی پوشیدہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اقول

حلیہ مسیح موعود مع سائر خصوصیات کے جو بغیر اس نبی اللہ کے کسی پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ بذریعہ بہتیری کتب مصنفہ اہل تحقیق کے جو آج تک محدثین میں متداول ہیں۔ شائع ہو چکا برخلاف اس کے اگر کوئی فوٹو گرافروں سے تصویر کھنچوائے تو اس سے مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ ہاں بہ سبب تحلیل ما حرمہ اللہ و رسول کے ملعونیت کا تمغہ حاصل کر سکتا ہے۔

قولہ

ص ۴ اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے۔ ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کیے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہے۔ حرمت لذاتہ نہیں۔ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے بت پرست جو بت خانہ میں بت پرستی کے لیے جاتا ہے اس کو بت خانہ میں جانا بھی حرام ہے لیکن بت شکن کو بھی بت خانہ میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس کو بت خانہ میں جانا بڑا ثواب ہے۔

بہ ہیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔ ولنعم ماقی۔

احمد و بوجہل دربت خانہ رفت
درمیان این و آں فرقیست زفت

اقول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

آپ نے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ سہی بت خانہ میں جانے کے ساتھ تشبیہہ دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بت شکنی کے لیے جائز اور بت پرستی یعنی بتوں کی تعظیم کرنے کے لیے حرام ہے۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی تصویر کی طرف جانا تصویر شکنی کے لیے جائز اور تصویر پرستی یعنی اس کی تعظیم کرنے کے لیے حرام ہوگا اور ظاہر[1] ہے کہ تصویر کا بنانا اور اس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کیلیے ہے نہ اس کے توڑنے اور تحقیر کے لیے

آذر و بوجہل دربت خانہ رفت
ہر یکے را قصد بدآں بت پرست
بت تراشی آذر از تعظیم بود
سجدۂ بوجہل از تکریم بود

مولانا رومؒ صاحب کا شعر جو آپ نے استعمال فرمایا یہاں پر بے موقعہ تھا ؎
بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

قولہٗ

ص ۴۸ یا مثلاً قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ وہ تمام نقشہ جات میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اب اس کو کوئی رد کر سکتا ہے کلا و حاشا وغیرہ وغیرہ۔

اقول

شرقی دمشق چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اس کے مضامین عقل، شرع، توحید کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا اس حدیث سے استدلال اور آپ کی جانفشانی جس پر لڑکے بھی ہنسی اڑا رہے ہیں عقل، شرع، توحید کے خلاف ہوگا۔ دوسرا جب کہا جاوے۔ شرقی دہلی یا شرقی لاہور، تو دہلی یا لاہور کے

[1] یعنی جن لوگوں کو جن سے عقیدت ہوتی ہے ان کی تصویر عموماً بغرض تعظیم و تبرک رکھتے ہیں اور شرعاً تصویر کی تعظیم اور اسے متبرک سمجھنا حرام ہے۔ ۱۲۔

مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو مراد ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لی جائے ونعم ما قیل ؎

چہ عذر ہائے موجہ ز بہر خود گفتی
بچش لعابِ دہانت کہ قند میخائی
تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد
اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی

نیز دمشق سے اگر خطِ مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیا۔ مرتبہ ومروجہ مدارس سرکاری۔ دمشق سے جانب شرق اگر ایک خطِ مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہور مقامات سے عبور کرے گا۔ تبریز، بحیرہ خرریا جیل، شمالی حصہ ترکستان، سلسلہ کوہ الطائی، صحرائے منگولیا، صوبہ منچوریا، اب آپ اگر چشم حق بین کو کھول کر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گزرتا ہے پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے۔ اب انصاف فرمایئے کہ کیا حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول آپ کے دعویٰ کی پوری دلیل نہیں ہے؟ ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کروبتہ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کرے گا۔

رسولؐ کا مقام از روئے قرآن

جناب عبدالغفور

ہمارے خیال میں حدیث و سنت کے منکرین کی اصل غلطی یہ ہے کہ انہوں نے رسولؐ کے صحیح مقام اور اصل حیثیت کو سمجھا نہیں۔ اگر وہ مقامِ نبوتؐ کو سمجھنے اور نبی و رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف قرآن ہی میں تدبر کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول کی حیثیت صرف ایک پیغامبر اور پیام رساں کی نہیں ہے بلکہ آپ مطاع، امام، ہادی، قاضی، حاکم اور حکم وغیرہ بھی ہیں اور قرآن ہی نے آپؐ کی ان حیثیتوں کو بیان کیا ہے۔

۱۔ رسول مطاع ہے اور اس کی اطاعت اہل ایمان پر فرض ہے قرآن پاک میں جا بجا اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: ''اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کے اطاعت کرو۔''

اس حکم میں ''اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ'' کو ''اَطِیْعُوْا اللّٰہ'' سے الگ مستقبل جملہ کی شکل میں قرآن مجید میں جس طرح مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، اس سے ہر وہ شخص جس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو یہی سمجھے گا کہ اللہ کی اطاعت کی طرح اہل ایمان پر رسول کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ یعنی اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ اللہ کی طرف سے جو کتاب رسول لائے ہیں اس کو مانا جائے۔ اور اس کے حکموں پر چلا جائے۔ کیونکہ صرف اتنی ہی بات کہنی ہوتی تو یہ تو ''اَطِیْعُوْ اللّٰہ'' میں بھی کہی جا چکی تھی۔ پھر امر اطاعت کے مستقل اعادہ کے ساتھ ''اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ'' کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے بھی بات اور زیادہ صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔'' سورۂ نساء کے

پانچویں رکوع کے آخر میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے جو اپنی غرض پرستی اور منافقت کی وجہ سے اللہ و رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔ اسی سلسلہ بیان میں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو اعراض اور روگردانی کرتے ہیں تیری طرف سے۔''

اسی آیت میں ''مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ'' (یعنی کتاب اللہ) کی طرف بلانے کے ساتھ ''رسول'' کی طرف جس طرح بلانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اوپر کی آیتوں میں اطاعتِ رسول کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اللہ کی طرف سے اس پر نازل ہونے والے کتاب کی اطاعت کرو بلکہ رسولؐ کی اطاعت ایک الگ اور مستقل چیز ہے۔

اور اسی سورۃ کے اسی رکوع میں میں دو ہی آیتوں کے بعد اللہ کی طرف سے آنے والے ہر رسول کے متعلق فرمایا گیا ہے:

ترجمہ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس واسطے کہ اس کے حکم پر چلا جائے اللہ کے فرمان سے'' (نساء : ع ٦)

۲۔ رسول من جانب اللہ ہادی اور امام ہوتے ہیں۔

ارشاد ہے:

''اور ہم نے بنایا ان کو امام و پیشوا وہ ہدایت و رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے۔'' (انبیاء : ع ۔۵)

۳۔ رسول اللہ ﷺ منجاب اللہ حاکم اور حکم بھی قرار دیئے گئے تھے۔ اور ہر اختلاف ونزاع میں آپؐ کو حکم بنانا اور آپ کا فیصلہ دل و جان سے ماننا ہر اہل ایمان پر فرض بلکہ شرط ایمان قرار دیا گیا تھا۔

ترجمہ ''اے پیغمبرؐ قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ لوگ مومن نہیں ہو

سکتے یہاں تک حَکَمْ حکم بنائیں تجھے اپنے نزاعی معاملات میں پھر جب تو اپنا فیصلہ دے تو کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے اور تسلیم کر لیں اس کو پوری طرح مان کر۔" (نساء: ع۔۹)

اسی طرح سورۂ احزاب کی آیت:

ترجمہ: "اور کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کی یہ شان نہیں ہے کہ جب حکم دے دے اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا تو رہے ان کا کچھ اختیار اپنے معاملہ میں۔" (احزاب: ع ۵)

اور سورۂ نور کی آیت:

ترجمہ "ایمان والوں کو جب بلایا جائے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ اپنا فیصلہ دے دیں ان کے درمیان تو اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں۔"

"وَاَطَعْنَا وَسَمِعْنَا" (یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا) (نور۔ع۔۷)

۴۔ کسی شخص کی کامیابی اور فلاح کے لئے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے اور جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی اور بدبختی ہے اسی طرح رسول کی نافرمانی بھی موجب ضلالت اور شقاوت ہے:

ترجمہ "جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد پائی۔" (احزاب۔ع۔۸)

ترجمہ "اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑا۔" (احزاب۔ ع ۔۵)

نیز قرآن ہی میں بتایا گیا ہے کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح

خدا کی نافرمانی کرنے پر کف افسوس ملیں گے اور اپنا ماتم کریں گے اسی طرح رسول کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے۔

ترجمہ ''جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں کہیں گے کاش ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا''

(احزاب ع۔۸)

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

ترجمہ ''اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی کہ برابر کر دیئے جائیں گے زمین کے (یعنی خاک ہو کر زمین کا جزو بن جائیں گے اور عذاب سے بچ نکلیں گے۔)'' (النساء ع ۔ ٦)

نیز مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں مت کریں۔

ترجمہ ''اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے آپس میں باتیں کرو تو گناہ اور ظلم و زیادتی کی' اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات آپس میں نہ کرو'' (مجادلہ ع ۔۲)

۵۔ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو دیں اسے قبول کرنا اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جانا واجب ہے۔

ترجمہ ''جو تم کو رسول دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔'' (حشر۔ ع ۔۱)

اگر اس آیت کا تعلق صرف اموال سے بھی مانا جائے تب بھی ہمارے مدعا کے لئے مضر نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں اتنی بات آیت سے بھی ثابت ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی صوابدید سے جو تقسیم کریں وہ اہل ایمان کے لئے واجب التسلیم ہے اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

۶۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے زیادہ حق اس کی جان پر نبی کا ہے۔
ترجمہ: ''نبی زیادہ حقدار ہے مومنوں کا ان کی جانوں سے''

(احزاب ۔ ع ۔۱)

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے اس آیت پر جو دو سطریں لکھیں ہیں ان کے نقل کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔

''نبی نائب ہے اللہ کا' اپنی جان و مال میں اللہ کا تصرف نہیں چاہتا۔ جتنا نبی کا' اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔''

۷۔ اللہ کے ساتھ اس کے رسولؐ کو بھی راضی کرنا ضروری اور شرط ایمان ہے۔
ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی رکھنا ان کے لئے بہت ضروری ہے جو گروہ ایمان رکھتے ہیں۔'' (توبہ ع ۔۸)

۸۔ اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے۔ جو ایسا نہ کریں' وہ فاسقین اور اللہ کی ہدایت سے محروم رہنے والے ہیں۔
ترجمہ ''اے پیغمبرؐ کہو (مسلمان کو) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارا کمایا ہوا مال اور تمہاری تجارت جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو (اگر یہ ساری چیزیں) تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جدوجہد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ کرے اللہ فیصلہ اپنا اور یاد رکھو وہ ہدایت نہیں دیتا فاسق لوگوں کو۔''

(توبہ ۔ ع ۔۳۰)

۹۔ اللہ کے رسولؐ جب کسی کام کے لئے دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن پر فرض ہے۔

ترجمہ "اے ایمان والو وہی حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا جب بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری حیات ہو۔"

(انفال۔ ع۔۳)

۱۰۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کے لئے لوگوں کو بلائیں تو بلا اجازت اٹھ کر چلا جانا کسی مومن کے لئے جائز نہیں اور جو ایسا کریں گے ان کے لئے "عذابِ الیم" کا اندیشہ ہے۔

ترجمہ "ایمان والے وہی ہیں جنہوں نے مانا ہے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور جن کا طریقہ یہ ہے جب وہ کسی اجتماعی کام میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو نہیں جاتے تاوقتیکہ اس سے اجازت نہ لے لیں۔"

آگے اسی سلسلہ میں ان لوگوں کو بارے میں جو بلا اجازت چپکے سے سرک جاتے تھے فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ "پس ڈرنا چاہئے ان لوگوں کو جو خلاف چلتے ہیں اس کے حکم سے اس بات سے کہ مبتلا ہوں وہ کسی سخت فتنہ میں یا پہنچے ان کو درد ناک عذاب۔" (النور۔ ع۔۹)

رسولؐ کے مقام و منصب کا بیان ایک مستقل موضوع ہے اور اگر اس پر شرح و بسط سے لکھا جائے تو جس قدر لکھا جا چکا ہے اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں آیتیں اس سلسلہ میں لکھی جا سکتی ہیں لیکن یہاں انہی اشارات پر میں اکتفا کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ جب قرآن مجید سے آپؐ کا مطاع امام و ہادی' آمر و ناہی' حاکم و حکم وغیرہ وغیرہ ہونا ثابت ہو گیا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ میں آپؐ کا ہر امر و نہی' ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل واجب التسلیم اور لازم القبول ہے۔

قادیانیوں کی متنازعہ فیہ شخصیت

مرزا رفیع احمد

محمد مسلم بھیروی

مرزا رفیع احمد قادیانی تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور اسی سلسلے کے ''خلیفہ دوم'' مرزا بشیر الدین محمود احمد کے بیٹے ہیں بشیر الدین محمود نے کل سات شادیاں کیں جن میں سے چوتھی کے بطن سے رفیع احمد تولد ہوئے۔ قادیانی اپنے بانی کی سب اولاد کی پرستش کی حد تک عقیدت و احترام کرتے ہیں اور ان کو ''اہلبیت'' اور ''خاندان نبوت'' کے خطابات سے نوازتے ہیں۔ ان میں مرزا بشیر الدین کی اولاد سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کے ''خلیفہ دوم'' ہونے کے علاوہ ''مصلح موعود'' ہونے کے مدعی بھی تھے۔ ضمناً یہ ذکر بھی کردوں کہ قادیانی تنظیم نے قادیانیوں کے لئے بچپن سے ہی امتحانات اور اجلاسوں اور اجتماعات کے ذریعہ ایسا پروگرام بنا رکھا ہے کہ ان کے دلوں میں مرزا صاحب کے خلفاء اور ان کی اولاد کا عقیدت و احترام پیدا کیا جائے۔ چنانچہ اجلاسوں میں بچوں سے زبانی سوال جواب اور امتحانی پرچوں کے ذریعے مرزا صاحب کی اولاد کے نام ضرور پوچھے جاتے ہیں' اور اگر کوئی بغیر القاب کے نام لکھ دے تو اس کو سخت سرزنش اور بے عزت کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر بچوں کے نام اظہر احمد اور خلیل احمد ہیں تو قادیانی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچوں کے نام بھی ''حضرت مرزا اظہر احمد صاحب'' اور ''حضرت مرزا خلیل احمد صاحب'' لکھے گا اور بولے گا ورنہ اس کا ایمان کمزور اور اس کے لئے جہنم کی وعید ہے۔

مرزا رفیع احمد کو قادیانی گروہ میں خاص شہرت مرزا بشیر الدین محمود کی طویل علالت کے دوران ملی۔ ۱۹۵۳ء کی عظیم تحریک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود پر ۱۹۴۵ء میں قاتلانہ حملہ ہوا۔

ازاں بعد ان کی صحت بگڑ گئی۔ پھر مالیخولیا ہو گیا۔ بالآخر فالج کا حملہ ہوا۔ اس طرح ۵۴ء سے ۶۵ء تک ۱۱ سال وہ سخت تکلیف دہ امراض ذہنی و جسمانی کا شکار ہو کر بالآخر چل بسے۔ یہاں قارئین کے لئے یہ بیان کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ بانی قادیانی مذہب نے فالج کی بیماری کو اپنے مخالفین کے لئے عذاب اور خدائی مار والی بیماری لکھا ہے۔

مرزا بشیر الدین پر خدائی مار

مرزا بشیر الدین کی اس ۱۱ سالہ لمبی بیماری نے انہیں عملی طور پر بالکل نکارا بنا دیا تھا۔ وہ تقریر کرتے کرتے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیتے تھے یا بے وجہ ہنسنے لگتے اور ہنستے چلے جاتے۔ اسی طرح بات بے بات پر سخت غصے میں آ جاتے اور گندی گالیاں دینے لگ جاتے۔ اس نازک دور میں قادیانی مذہب کی ڈولتی کشتی کو اگر کسی نے سنبھالا دیا تو وہ مرزا رفیع احمد ہی تھے۔ انہوں نے دن رات قادیانیوں میں دورے کئے اور تقریریں شروع کیں۔ ان کی تقریریں اپنے والد کے صحت مند دور کی طرح بڑی لچھے دار' مریدوں کے لئے حکومت و اقتدار ملنے کی بشارت اور مخالفین کے لئے رسوائی پر مبنی وعید پر مشتمل ہوتی تھیں۔ چنانچہ جلد ہی قادیانی نوجوانوں میں بہت مقبول ہو گئے اور قادیانی جوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کے صدر بن گئے ان کی' شہرت اور مقبولیت اتنی بڑھ گئی کہ سب قادیانیوں کی زبان پر آئندہ خلیفہ کے لئے ان کا نام آنے لگا۔ قادیانیوں کی اکثریت خصوصاً نوجوان طبقہ بہت گرویدہ تھا۔ دوسری طرف جماعت کی تنظیم کے اعلیٰ عہدیداروں اور علاقہ جات کے امراء کی اکثریت ریٹائرڈ افسران اور معمر لوگوں پر مشتمل تھی اور خلیفہ کے ووٹ کا حق ان لوگوں کے پاس تھا۔ ان معمر لوگوں کو نوجوانوں کی قیادت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اس لئے انہوں نے اندر ہی اندر مرزا بشیر الدین کے بعد قادیانی خلافت کے لئے ان کے بڑے بیٹے مرزا ناصر احمد کو آگے لانے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی شروع کر دی۔ مرزا ناصر احمد' رفیع احمد سے ۲۰ سال بڑے تھے اور اپنے والد کی رحلت کے وقت ۵۶ برس کے تھے اس طرح مرزا بشیر الدین محمود کی رحلت کے وقت صورتحال یہ تھی کہ قادیانی گروہ کی اکثریت تو مرزا رفیع احمد کے ساتھ تھی۔ لیکن برسر اقتدار طبقہ مرزا ناصر احمد کو خلیفہ بنوانا چاہتا تھا۔ خلافت کے انتخاب کے لئے برسر اقتدار نمائندے ربوہ کے قصر خلافت میں جمع ہو گئے۔ مرزا رفیع احمد بہر حال اکثریت کے بل بوتے پر اپنی خلافت کے بارے میں بہت پر امید تھے۔ لیکن برسر اقتدار گروہ

نے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے مرزا غلام احمد کی بڑی صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم کو پٹی پڑھائی کہ مرزا ناصر احمد اور رفیع احمد میں اختلاف سے ''خاندان نبوت'' میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اسی لئے بڑا بھائی ہونے کے ناطے رفیع احمد' مرزا ناصر احمد کے حق میں دستبردار ہو جائیں۔ اس بات کی خاندان کے بعض نوجوان افراد نے (جن میں موجودہ قادیانی سربراہ مرزا طاہر احمد پیش پیش تھے۔) شدید مخالفت کی۔ لیکن بالآخر خاندان کی بزرگ خاتون کے سامنے خاموش ہو رہے۔ اس طرح باقاعدہ منصوبہ بندی کے بعد مرزا ناصر احمد کا قادیانی مذہب کے خلیفہ ثالث ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

ناصر احمد کے برسر اقتدار آنے کے بعد بھی صورت حال یہ تھی کہ جہاں بھی دونوں بھائی اکٹھے ہوتے مرزا رفیع احمد سے ہاتھ ملانے کے لئے قادیانی ٹوٹ پڑتے۔ اور خلیفہ صاحب (ناصر احمد) کو کوئی پوچھتا بھی نہ۔ یہ صورت حال ''خلیفہ'' کے لئے بڑی پریشان کن تھی چنانچہ انہوں نے رفیع احمد کی مقبولیت قادیانیوں میں ختم کرنے کے لئے اپنے برسر اقتدار گروہ کی مدد سے منصوبہ بندی کر کے کارروائی شروع کی۔ پہلے تو رفیع احمد کو جوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کی صدارت سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اجتماعات اور جلسوں میں تقاریر کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اس کے بعد نماز میں امامت کرنے سے روک دیا گیا۔ بعد ازاں کسی قادیانی کا نکاح پڑھانے کی بھی ممانعت ہو گئی۔ قادیانیوں کو انہیں کسی تقریب میں بلانے سے بھی روک دیا گیا۔ انتہا یہ کہ اگر کوئی قادیانی ان سے ملتا تو اسے سرزنش کی جاتی کہ رفیع احمد سے ملنا۔ خلیفہ کی ناراضگی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ چنانچہ مرزا ناصر احمد کی زندگی کے آخری دور میں تو رفیع احمد بالکل نظر بند تھے اور زبان و تحریر پر مکمل پابندی تھی۔ قادیانی اپنی تنظیم کے خوف سے ان سے پبلک میں ملنے سے اجتناب کرتے تھے۔ شوگر کے مرض سے ناصر احمد کی صحت اکثر خراب رہنے لگی تھی پھر ان کی بیوی کی وفات نے اور بھی ان کو نڈھال کر دیا۔ مگر یار لوگوں' حواریوں اور چمچوں نے انہیں اس بڑھاپے میں دوسری شادی ایک کنواری ڈاکٹر سے کرنے اکسانا شروع کیا۔ ان چمچوں کے سرغنہ (مولوی) عبدالمالک تھے۔ ستر بہتر سال کی عمر میں کنواری لڑکی سے شادی کے خلاف مریدوں میں کسی ممکنہ ردعمل کو روکنے کے لئے قادیانی سرکاری گزٹ ''الفضل میں متواتر ''مولوی'' عبد المالک اور دیگر ''بزرگان'' کے کشف اور خواب اور استخاروں کے نتائج اور بشارت ''حضرت صاحب'' کی دوسری شادی کی حمایت میں شائع ہونے لگے اور اس مہم کے فوراً بعد اس عالم ضعف

دپیری میں کنواری نئی نویلی دلہن'' سے دھوم دھام سے شادی ہوگئی۔ مگر صحت ساتھ نہ دے پائی اور کچھ دنوں بعد ہی ناصر احمد اس قسم کے خطبے اور وعظ کرنے لگ گئے کہ اصل چیز تو روحانی محبت ہے۔ جسمانی محبت کوئی چیز نہیں۔ مگر افسوس کہ جسم پھر بھی تیزی سے انحطاط پذیر ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ شادی کے صرف ۳ ماہ بعد ہی داعی اجل کا بلاوا آ گیا۔ اور ''مولوی'' عبدالمالک اور دیگر چوٹی کے قادیانی بزرگوں کے کشوف استخارے اور بشارت دھرے رہ گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جب مرزا ناصر احمد آنجہانی ہوئے تو مسلسل پابندیوں کے باعث رفیع احمد کو جماعت میں بالکل ایک اچھوت کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ اب جو قادیانی خلافت کا انتخاب ہوا تو اس میں انہیں بولنے تک کی اجازت نہ دی گئی۔ پھر بھی انہوں نے خلافت کے انتخابات کے طریق کار پر سخت احتجاج کیا۔ لیکن صدر (جو ان کے بڑے بھائی مرزا مبارک احمد تھے) نے ان کو ذلیل کر کے باہر نکال دیا۔ نکلنے سے پہلے انہوں نے اس صورتحال کی طرف مشہور قادیانی اور مرزا غلام احمد کے پرانے ''صحابی'' سر ظفر اللہ خان کی توجہ مبذول کرا کے فریاد کی۔ اس پر ظفر اللہ خاں نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا مگر ان کے ارد گرد دوسرے لوگوں نے انہیں سختی سے بولنے سے روک دیا۔ ساتھ ہی قادیانی ''گرگ'' مولوی عبدالمالک خاں نے قادیانی رضا کاروں کو اشارہ دیا اور بظاہر یوں کہا کہ چوہدری صاحب کو خدام (رضا کار) عزت سے لے جائیں۔ اس سگنل پر بوڑھے ظفر اللہ چوہدری کو رضا کاروں نے کار میں ڈالا اور باہر لے گئے۔ رفیع احمد۔ نے بھی باہر نکل کر جگہ جگہ قادیانیوں سے خلیفہ کے انتخاب کے طریقہ کے خلاف خطاب کیا۔ لیکن جلد ہی قادیانی رضا کار انہیں بھی گھیرے میں لے کر ان کی رہائش گاہ لے گئے۔ جہاں انہیں کافی عرصہ تک نظر بند رکھا گیا۔ حتیٰ کہ مرزا طاہر احمد کی خلافت رابع'' کا اعلان ہر قادیانی'' تک پہنچ گیا۔ اور سب سے بیعت فارم پر کرا لیئے گئے۔

مرزا طاہر احمد پیپلز پارٹی کا بڑا سرغنہ تھا ۱۹۷۰ء میں قادیانیوں نے جو پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا وہ سب اس کی انگیخت پر تھا۔ اس کی غنڈہ گردی سے قادیانی بھی بہت خائف رہتے تھے۔ اگر کوئی قادیانی اس کی حرکتوں پر آواز اٹھاتا۔ تو اسے بہت تنگ اور ذلیل کر کے ربوہ سے نکلوا دیتا۔ پیپلز پارٹی کے دور میں جب اس نے حد سے زیادہ من مانی شروع کر دی تو ذوالفقار علی بھٹو بھی اس سے تنگ آ گئے۔ جس کا خمیازہ سب قادیانیوں کو بھگتنا پڑا۔

مرزا رفیع احمد، طاہر احمد کے دور میں اور بھی گوشہ گمنامی میں چلے گئے ہیں۔ ان کی ناکامی کی بڑی وجہ ان کی پست ہمتی، بزدلی اور طبیعت میں استقلال نہ ہونا ہے یہ بولتے تو ہیں مگر ڈر کے دب بھی جاتے ہیں۔ لوگوں کا گروہ جوان کا ساتھ دیتا ہے۔ اس کی مصیبت میں بھول جاتے ہیں۔ کئی قادیانیوں کو صرف ان کا ساتھ دینے کے جرم میں بہت تنگ اور ذلیل کر کے ربوہ سے نکالا گیا اور بائیکاٹ کیا گیا۔ مگر انہوں نے کسی کی خیر خبر نہ لی نہ ٹھوس مدد کی۔ سیاسی طور پر ولی خان اور ان کی نیشنل عوامی پارٹی کے بڑے حامی ہیں۔ نظریاتی اور مذہبی طور پر بہت رجعت پسند کٹر متعصب قادیانی کا قول ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف نبی بلکہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ سب نبیوں سے افضل نبی تھی۔ بہرحال انکا وجود قادیانیوں کی باسی کڑھی میں کبھی کبھی ابال کا کام دیتا ہے۔ سر ظفر اللہ کی تدفین کے موقعہ پر ''اہلبیت'' کے ساتھ ان کی قبر بنانے پر ان کا پرزور احتجاج مشہور ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ''ذریت مرزا'' کو عام انسانوں سے بالا مخلوق، سمجھتے ہیں اور مساوات محمدی کے قائل نہیں۔ پچھلے سال کافی عرصہ کی گوشہ نشینی کے بعد لنڈن میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ کے دوسرے روز وہ اچانک پہنچ گئے۔ قادیانی اکابرین نے رضا کاروں کے ذریعہ انہیں وہاں سے ہٹا دیا اور قادیانیوں کو خبردار کیا کہ اس شخص سے ملنا ''اللہ کے خلیفہ'' کی ناراضگی کا باعث ہے۔

قادیانی تنظیم نے اس گروہ پر زبردست ذہنی غلامی مسلط کر رکھی ہے اور وہ کسی قادیانی کی ذراسی صحیح تنقید پر بھی اس کو کسی قیمت پر اپنے اندر برداشت نہیں کرتی۔ البتہ مرزا رفیع احمد جواب بھی ربوہ اور قادیانیوں کے جلسوں اور اجتماعت میں نظر آ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً صرف یہ ہے کہ وہ ''ذریت مرزا'' بزعم خود ''خاندان نبوت'' اور ''اہل بیت'' میں سے ہیں۔ جو کہ قادیانی تنظیم کے نزدیک Super Creation یا عام انسانوں سے بہت بالا مخلوق ہیں۔ بھلا ان سے عام قادیانی انسان جیسا گھٹیا سلوک کیسے ہوسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیٔ نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت سے مسئلۂ ختمِ نبوت کا اتنا اور ایسا قطعی ثبوت ہے کہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رو سے مدعیٔ نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہیں مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ عام اور افراد کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے:

قال قدجاء ابن النواحة وابن اثال رسولين للمسيلمة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تشهدان انى رسول الله؟ فقالا نشهد ان مسيلمة رسول الله فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آمنت بالله و رسله لو كنت قاتلاً رسولاً لقتلتكم قال عبدالله فمضت السنة بان الرسل لاتقتل فاما ابن اثال فكفا ناه الله واما ابن النواحه فلم يزل فى نفسى حتى امكننى الله تعالىٰ منه.

وہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر عبداللہ بن نواحہ اور اسامہ بن اثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تمہیں قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بین الاقوامی دستور اور سنت یوں جاری ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا رہا۔ ابن اثال کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی

اس کی کفایت کر دی (اسامہؓ بن اثال بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ٦ ص ٥٢) اور ابن نواحہ کا معاملہ میرے دل میں کھٹکتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی قدرت دی اور میں نے اسے قتل کروایا۔

(ابوداؤد الطیالسی ص ٣٤ واللفظ لہٗ مستدرک ج ٣ ص ٥٢ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح، مشکوٰۃ ج ٢ ص ٣٤٧ و مسند احمد ج ١ ص ٣٩٠ ونحوہ فی الدارمی ص ٣٣٢ طبع ہند)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنے والا واجب القتل ہے۔ رکاوٹ صرف یہ پیش آئی کہ اس وقت اسامہ بن اثال اور عبداللہ بن نواحہ سفیر تھے اور سنت اور اس وقت کے بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا تاکہ پیغام رسانی میں کسی قسم کی کوئی کمی اور کوتاہی باقی نہ رہ جائے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ کے گورنر تھے تو عبداللہ بن نواحہ ان کے قابو آ گیا اور وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے باز نہ آیا اور توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت قرظہ بن کعب کو حکم دیا کہ وہ ابن نواحہ کی گردن اُڑا دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (مستدرک ج ٢ ص ٥٣ قال الحاکم والذہبیؒ صحیح)

اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس موقع پر ابن نواحہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فانت الیوم لست برسول فامر قرظة بن کعب فضرب عنقه فی السوق ثم قال من اراد ان ینظر الیٰ ابن النواحة قتیلاً بالسوق.

آج کے دن تو قاصد نہیں ہے پھر انہوں نے حضرت قرظہؓ بن کعب کو حکم دیا اور انہوں نے کوفہ کے بازار میں ابنِ نواحہ کی گردن اُڑا دی پھر فرمایا کہ جو شخص ابن نواحہ کو بازار میں مقتول دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ لے۔

(ابوداؤد ج ٢ ص ٢٤)

اور سنن الکبریٰ ج ٨ ص ٢٠٦ اور طحاوی ج ٢ ص ١٠٢ میں روایت ہے کہ عبداللہ بن نواحہ کوفہ کی مسجد بنوحنیفہ میں نماز پڑھتا تھا اور اس کے مؤذن نے اذان میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کے بعد وان مسیلمة (الکذاب) رسول اللہ کہا (معاذ اللہ تعالیٰ)

زندیق کی تعریف

زندیق شرعاً ہر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور شعائرِ اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو مگر کسی کفریہ عقیدہ پر ڈٹا ہوا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ المتوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں کہ:

وان کان مع اعترافه بنبوة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم واظهار شعائر الاسلام یبطن عقائد هی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق.

اگر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہے اور شعائرِ اسلام کا اظہار بھی کرتا ہے لیکن دل میں ایسے عقیدے رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں تو وہ زندیق ہے۔

(شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۵۷ و مثلہ فی کلیات ابی البقاءؒ ص ۵۵۳)

اور حضرت ملا علی القاریؒ زندیق کا یہ معنی بیان کرتے ہیں:

اومن یبطن الکفرو یظهر الایمان.

یا وہ جو کفر کو چھپاتا اور ایمان کو ظاہر کرتا ہو۔

(مرقات ج ۷ ص ۱۰۴)

علامہ ابن عابدین...... الشامیؒ المتوفی ص ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

فان الزندیق یموه بکفره ویروج عقیدته الفاسدة و یخرجها فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر.

(شامی ج ۳ ص ۳۲۴)

زندیق ملمع سازی کر کے اپنے کفر کو پیش کرتا ہے فاسد عقیدہ کی ترویج کرتا ہے اور اس کو صحیح صورت میں ظاہر کرتا ہے اور کفر کے چھپانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ احمدؒ بن عبدالرحیمؒ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وان اعترف به ظاهرا لکنه یفسر بعض ماثبت من الدین بخلاف مافسره الصحابةؓ والتابعونؒ واجمعت علیه الامة فهو الزندیق.

(مسوی ج ۲ ص ۱۰۹)

اور اگر وہ ملحد ظاہری طور پر تو دین کو مانتا ہے مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور اُمت کے اجماع کے خلاف ہو جیسے قادیانی خاتم النبیین کا معنیٰ کرتے ہیں تو وہ زندیق ہے۔ (صفدر)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (المتوفی ۱۳۹۶ھ) مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ:

''زندیق کی تعریف میں جو عقائد کفریہ کا دل میں رکھنا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مثل منافق کے اپنا عقیدہ ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ مراد ہے کہ اپنے عقائد کفریہ کو ملمع کر کے اسلامی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔'' (کذا فی الشافی) (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۲۹)

نزاو ہم

خود قادیانیوں کو اور ان کے کفر میں تردد کرنے والے بعض نوخیز انگریزی خوانوں کو یہ وہم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت نے پاک و ہند اور بعض دیگر ممالک میں اسلام پھیلایا اور دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ لہٰذا ان کی تکفیر مناسب نہیں لیکن یہ ان کا نرا دجل اور مکر ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ ختم نبوت جیسے قطعی عقیدہ کا انکار کرنا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات و نزول کا انکار کرنا اور ظالم انگریز کی تائید میں تعریف کے پل باندھ دینا اور 50 الماریاں اس کی تائید میں لکھ مارنا دینِ اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ اور یہ خرافات دینِ اسلام کے کن عقائد کا نام ہے؟ اگر معاذ اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو مٹانا اور اس کے بنیادی عقائد کو بدل ڈالنا اور پیغمبروں کی قابلِ احترام ہستیوں کی کھلے طور پر توہین کرنا اسلام کی خدمت ہے؟ تو یہ قادیانیوں کی اپنی خانہ ساز اصطلاح اور اختراع ہے۔ ثانیاً اگر بالفرض کسی کافر و فاجر سے دین کی کوئی تائید ہو بھی جائے تو اس سے اس کا مسلمان اور متقی ہونا کیونکر اور کیسے ثابت ہو جائے گا؟ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ غزوۂ خیبر میں قزمان نامی منافق نے میدانِ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور وہ زخمی ہوا اور خودکشی کر لی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ:

ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر. (بخاری ج ۱ ص ۴۳۰ و ص ۲۰۳ ج ۲ و سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۷)	بے شک اللہ تعالیٰ فاجر کے ذریعہ بھی اس دین کو تقویت پہنچا دیتا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے یوں آتا ہے:

سیشدد ھذا الدین برجال لیس لھم عنداللہ خلاق. (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۶)	عنقریب اس دین کو ایسے مردوں کے ساتھ مضبوط کیا جائے گا جن کے لیے اللہ تعالیٰ کے

نزدیک (ایمان وخیر کا) کوئی حصہ نہ ہوگا۔ وقال صحیح والسراج المنیر ج ۲ ص ۳۵۴‘ وقال حدیث صحیح)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ باطل فرقوں میں سے کسی شخص کے قول وفعل سے دینِ اسلام کی تقویت تو ہوسکتی ہے مگر اسلام کے کسی مسئلہ اور پہلو کی تائید وتقویت سے فاجر وملحد وزندیق کا ایمان واسلام اور تقویٰ ثابت نہیں ہوسکتا اور اس کے مومن ومسلم کہلانے سے وہ مومن ومسلم نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام کے قطعی عقائد سے اس کا انکار ہوتا ہے اور دل ایمان وایقان سے خالی ہوتا ہے۔

سفر کی سمت کا کوئی تعین ہو تو کیسے ہو
غبار کارواں کچھ‘ راستہ کچھ اور کہتا ہے

محض نبوت کے زبانی اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا

حضرت فقہاء کرامؒ محدثین عظامؒ اور متکلمین ذوی الاحترام کے نزدیک ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے:

واما فی الشرع فھو التصدیق بما علم مجییٔ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً وھذا مذھب جمھور المحققین۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۵۲)

شریعت میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس ضروری چیز کی تصدیق کی جائے جس کو آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں جو چیزیں تفصیلاً معلوم ہوں‘ ان کی تفصیلاً تصدیق ہو اور جو چیزیں اجمالاً معلوم ہوں‘ ان کی اجمالاً تصدیق ہو یہی جمہور محققین کا مذہب ہے۔

اس سے ایمان کا شرعی معنیٰ واضح ہوگیا نہ یہ کہ محض آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے۔ امام ابو محمد عبدالملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ) مسیلمہ (بن حبیب وقیل ابن ثمامہ ابو ثمامہ الکذب) کے بارے لکھتے ہیں کہ:

واحل لھم الخمر والزنا ووضع عنھم الصلوٰۃ وھو مع ذلک یشھد لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ نبی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷۷)

مسیلمہ نے ان کے لیے شراب وزنا کو حلال کیا اور نمازوں کی چھٹی دے دی مگر بایں ہمہ وہ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے یہ شہادت دیتا تھا کہ آپ نبی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شراب وزنا کی حرمت قطعی ہے' ان کو حلال کرنا اور نمازوں کو معاف کرنا جن کا پڑھنا اور ادا کرنا آپ کی شریعت میں دین کی بنیاد ہے' قطعاً کفر ہے پھر محض زبانی طور پر آپ کی نبوت کے اقرار کرنے سے مسیلمہ کذاب کو کیا فائدہ ہوا؟ اور وہ کفر سے کیونکر بچ سکا اور پھر خود نبوت کا دعویٰ کرنے سے وہ غضب علیٰ غضب اور کفر فوق کفر کا مرتکب ہوا۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)

• شیخ الاسلام حافظ احمدؒ بن عبدالحلیمؒ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

قد اجمع المسلمون ان من سب الله تعالیٰ اوسب رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اورفع شیئا مما انزل الله اوقتل نبیا من انبیاء الله انه کافروان کان مقرا بما انزل الله تعالیٰ.

(الصارم المسلول ص۵۱۴)

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کو رد کر دیا یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو شہید کر دیا تو وہ شخص کافر ہے اگرچہ زبانی طور پر وہ ما انزل اللہ تعالیٰ کا مُقر ہو۔

یہ تمام صریح حوالے اس پر دال ہیں کہ صرف زبانی طور پر اسلام کا دعویٰ کرنا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کر لینا ہی مسلمان کہلانے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ تمام ضروریاتِ دین کا یقین واذعان کرنا ضروری ہے۔ لاریب فیہ

جامعیت سیرت خاتم الانبیاء ﷺ

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوں ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنف انسانی سے متعلق ہوں۔ اس دنیا کی بنیاد ہی اختلاف عمل پر ہے باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے۔ اس میں بادشاہ اور رئیس جمہور اور احکام بھی ضروری ہیں اور محکوم، مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی امن و امان کے قیام کے لئے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہیں اور دولت مند بھی۔ رات کے عابد و زاہد بھی ہیں اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل و عیال بھی ہیں، اور دوست و احباب بھی، تاجر اور سوداگر بھی ہیں اور امام اور پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم ونسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے۔ اسلام ان تمام انسانوں کو سنت نبوی ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتا ہے اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقات انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے۔ جو ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے۔ اسلام کے صرف اسی نظریے سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے۔ یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے اس کی سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے لئے درس اور سبق موجود ہیں۔ ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی۔ ایک دولت مند کے لئے غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لئے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو۔

اصناف انسانی کے بعد دوسری جامعیت خود ہر انسان کے مختلف طبقوں کے مختلف افعال کی ہے۔ ہم چلتے پھرتے بھی ہیں۔ اٹھتے بیٹھتے بھی' کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے جاگتے بھی' ہنستے بھی ہیں۔ روتے بھی' پہنتے بھی ہیں اتارتے بھی' نہاتے بھی ہیں' دھوتے بھی' لیتے بھی ہیں' دیتے بھی' سیکھتے بھی ہیں' سکھاتے بھی' مرتے بھی ہیں مارتے بھی' کھاتے بھی ہیں اور کھلاتے بھی' احسان لیتے بھی ہیں اور کرتے بھی' اپنی جان دیتے بھی ہیں بچاتے بھی' عبادت و دعا بھی کرتے ہیں اور کاروبار بھی' مہمان بھی بنتے ہیں اور میزبان بھی' ہم کو ان تمام امور کے متعلق جو ہمارے مختلف افعال جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں عملی نمونوں کی ضرورت ہے جو ہم کو ہر نئی حالت ۔کے پیش آنے میں ایک نئی ہدایت کا سبق اور نئی رہنمائی کا درس دیں۔

ان افعال کے بعد جن کا تعلق اعضاء سے ہے' وہ افعال ہیں جن کا تعلق دل و دماغ سے ہے اور جن کی تعبیر ہم اعمال قلب یا جذبات اور احساسات سے کرتے ہیں ہر آن ہم ایک نئے قلبی و عملی جذبہ یا احساس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کبھی راضی ہیں' کبھی ناراض' کبھی خوش ہیں' کبھی غمزدہ' کبھی مصائب سے دوچار ہیں اور کبھی نعمتوں سے مالا مال' کبھی ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب' ان سب حالتوں میں ہم مختلف جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اخلاق فاضلہ کا تمام تر انحصار انہی جذبات اور احساسات کے اعتدال اور باقاعدگی پر ہے۔ ان سب کے لئے ہم کو ایک عملی سیرت کی حاجت ہے جس کے ہاتھ میں ہماری اس اندرونی سرکش اور بے قابو قوتوں کی باگ ڈور ہو جو ان ہی راستوں پر ہمارے نفس کی غیر معتدل قوتوں کو لے چلے جن پر سے مدینہ کا بےنفس انسان کبھی گزر چکا ہے۔

عزم' استقلال' شجاعت' صبر' شکر' توکل' رضا بہ تقدیر' مصیبتوں کی برداشت قربانی' قناعت' استغناء' ایثار' جود' تواضع' خاکساری' مسکنت' غرض نشیب و فراز' بلند و پست' تمام اخلاقی پہلوؤں کے لئے جو مختلف انسانوں کو مختلف حالتوں میں یا ہر انسان کو مختلف صورتوں میں پیش آتے ہیں۔ ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی بھی ضرورت ہے مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس۔ ہم کو سرگرم شجاعانہ قوتوں کا خزانہ مل سکتا ہے۔ مگر نرم اخلاق کا نہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاں نرم اخلاق کی بہتات ہے' مگر سرگرم اور خون میں حرکت پیدا کرنے والی قوتوں کا وجود نہیں۔ انسان کو

اس دنیا میں ان دونوں قوتوں کی معتدل حالت میں ضرورت ہے۔ اور ان دونوں قوتوں کی جامع اور معتدل مثالیں صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح میں مل سکتی ہیں۔

غرض ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو' اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ احد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم اقدس کو دیکھو۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔ اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یارومددگار نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر' خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو۔ اور یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو۔ اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو۔ اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے سالار کارواں کی مثالیں ڈھونڈو۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے۔ مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو' تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامنا' تمہارے ظلمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔

اس لئے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ ایوبؑ و یونسؑ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں۔ گویا تمام انبیاء کرام کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شئے کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔

آج سے تیس چالیس برس پہلے پٹنہ کے مشہور واعظ اسلام ماسٹر حسن علی مرحوم جو "نور اسلام" نام کا ایک رسالہ نکالتے تھے۔ اس میں انہوں نے اپنے ایک ہندو تعلیم یافتہ دوست کی رائے لکھی کہ اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آپ کے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہوں' انہوں نے پوچھا ہمارے پیغمبر کے مقابلہ میں تم حضرت عیسیٰؑ کو کیا سمجھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کے مقابلہ میں عیسیٰؑ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی دانائے روزگار کے سامنے ایک بھولا بھالا بچہ بیٹھا ہوا میٹھی میٹھی باتیں کر رہا ہو۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیوں پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو ان کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔ بادشاہ ایسا کہ پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں' دولت مند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں سے لدے ہوئے اس کے دار الحکومت میں آ رہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گزر جاتے ہوں۔ سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چوں چرا دستخط کر دیتا ہو۔ شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا ہو کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو' باتعلق ایسا ہو کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر' بیوی بچوں کی اس کو فکر' غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر' خدا کی

بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے اپنے برا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا۔ اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا۔ عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا ہو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو، سوہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے عین اس وقت جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے۔ عین اس دن جب عرب کے اطراف سے آکر اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے۔

تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء
اور
خلیفہ ربوہ اپنوں کی نظر میں

مولانا تاج محمد

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ نے اپنے سابقہ عقائد کے خلاف جب غلط بیانی سے کام لیا۔ تو بعض قادیانی مبلغین ان کے بیان سے متنفر ہو کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ اور بعض لوگ جنہوں نے قادیانی تبلیغ کے لیے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں۔ قادیانی گروہ کو چھوڑ کر لاہوری گروپ سے مل گئے۔ جن میں ڈاکٹر عبد اللہ خاں صاحب ساکن جتوئی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ اور محمد صالح صاحب نور واقف زندگی سابق کارکن وکالت تعلیم (تحریک جدید ربوہ) سرفہرست ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف چوہدری عبد اللہ خاں برادر سر ظفر اللہ خاں سابق وزیر خارجہ پاکستان کی مساعی سے قادیان گئے۔ خلیفہ ربوہ مرزا محمود احمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حصول تعلیم کے لیے مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہو گئے۔ تعلیم مکمل ہونے پر ڈاکٹر صاحب کو سنگاپور میں قادیانی مبلغ بنا کر بھیج دیا گیا ہے۔ ساڑھے تین سال مبلغ کے طور پر وہاں کام کرتے رہے۔ اور مرزائی گھرانے میں ان کی شادی بھی ہو گئی۔ سنگاپور سے واپس آنے پر دہلی۔ آگرہ، لکھنؤ۔ شاہجہان پور وغیرہ میں بطور قادیانی مبلغ کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران ضلع سرگودھا میں خلیفہ ربوہ کی طرف سے تعینات تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ جب تحریک ختم ہو گئی اور تحقیقاتی عدالت میں بیان شروع ہوئے تو خلیفہ ربوہ مرزا

محمود احمد کو بھی عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور ان کے بیانات قلمبند ہوئے۔ خلیفہ صاحب نے جو بیان عدالت میں دیا۔ وہ ایک ایسا بیان ہے۔ جس نے مرزائیت کی بنیاد ہی اکھیڑ کر رکھ دی۔ ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب، مرزا محمود احمد کے بیانات سے اتنے متنفر ہوئے کہ مرزائیت سے فوراً تائب ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کی قادیانی بیوی نے بھی مرزائیت پر لعنت بھیجی۔ الحمدللہ علی ذالک۔ آج کل ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے آبائی گاؤں جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں جامعہ محمدیہ تعلیم القرآن کے پرنسپل ہیں۔ اور قادیانیت کے خلاف تیغ براں کا کام کر رہے ہیں۔ (وفات پا گئے ہیں)

دوسرے صاحب محمد صالح نور صاحب ہیں۔ جنہوں نے تبلیغ قادیانیت کے لیے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ اور وکالت تعلیم (تحریک جدید ربوہ) میں بطور کارکن اپنا کام سرانجام دیتے رہے۔ پیدائشی مرزائی تھے۔ ربوہ میں رونما ہونے والے بعض ناگفتہ بہ حالت کے علاوہ خلیفہ ربوہ کے عدالتی بیانات سے سخت متنفر ہوئے۔ اور لاہوری گروہ میں شامل ہو گئے۔

ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب نے مرزائیت کا طوق گلے سے اتار کر ایک توبہ نامہ شائع کیا۔ جو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں مرزا محمود احمد کے تحقیقاتی عدالت میں بیانات پر جرح کی ہے۔ لاہوری فریق کے ایک سرگرم رکن ملک الٰہی بخش صاحب ۱۶ اسی سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی نے ان ہی دنوں میں ایک کتاب ''خلیفہ ربوہ کے عدالتی بیان پر تبصرہ'' نامی شائع کی۔ اس کے علاوہ ان کی ایک اور کتاب ''نبوة کی کہانی، خلیفہ ربوہ کی زبانی'' کا بھی...... راقم الحروف نے مطالعہ کیا ہے۔ اس کتاب کے ص ۲۷ تا ۵۷ پر مرزا محمود کے عدالتی بیانات پر زبردست تنقید کی ہے۔ محمد صالح نور صاحب نے بھی ایک کتاب ''مسیح موعود کے دعویٰ کی حقیقت'' لکھی ہے۔ جو ۱۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ ۷۳ تا صفحہ ۸۱ پر مرزا محمود کے عدالتی بیانات کا تعاقب کیا ہے۔ محمد صالح نور صاحب اس کتاب کے صفحہ ۷۳ پر لکھتے ہیں۔ ''ذیل میں تفصیل کے ساتھ یہ امر واضح کیا جاتا ہے کہ جماعت ربوہ کے سربراہ نے ابتداء میں جن عقائد کو جنم دیا۔ اور خلافت کی عمارت کے لیے جن عقائد کو بنیادی پتھروں کا مقام دیا تھا۔ کس طرح وہی پتھر ان کے گلے کا ہار بن گئے۔ تو ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے اپنے تمام سابقہ عقائد سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا۔ اور عدالت کے روبرو عقائد میں تبدیلی کی۔''

۱۔ سوال از عدالت

کیا مرزا غلام احمد پر ایمان لانا جزو ایمان ہے؟

جواب

''جی نہیں'' (دعویٰ کی حقیقت صفحہ ۷۶ پیغام صلح ۲۶ اپریل ۷۰)

سابقہ عقیدہ

(الف) ''کس کا دل گردہ ہے جو یہ کہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔''
(الفضل ۲ مئی ۱۹۱۴ پیغام صلح ۲۹ اپریل ۷۰ء)

(ب) ''جب نبی ثابت ہوئے تو آپ کا ماننا جزو ایمان ہوا'' (الفضل ۶ مئی ۱۹۱۴ء)

۲۔ سوال از عدالت

کیا احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافات بنیادی ہیں؟

جواب

''اختلافات بنیادی نہیں بلکہ فروعی ہیں'' (مجاہد کبیر صفحہ ۲۸۴)

سابقہ عقیدہ

''احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافات بنیادی ہیں'' (الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء)

۳۔ سوال از عدالت

جو نبی حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد آیا ہو اس کو نہ ماننے والا اگلے جہاں میں سزا کا مستوجب ہوگا؟

جواب

''اس کو ہم گنہگار سمجھتے ہیں۔ مگر اس کو سزا دینا یا نہ دینا خدا کا کام ہے۔''

سابقہ عقیدہ

لیکن اس سے پہلے ''آئینہ صداقت'' کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔''

۴۔ سوال از عدالت

آپ نے اپنی شہادت میں کہا کہ جو شخص نیک نیتی کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کو نہیں مانتا وہ پھر بھی مسلمان رہا ہے۔ کیا شروع سے آپ کا یہی نظریہ ہے؟

''جی ہاں''

۵۔ سوال از عدالت

کیا مرزا صاحب اصطلاحی معنوں میں نبی تھے؟

جواب

''میں نبی کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں جانتا۔''

سابقہ عقیدہ

لیکن اس سے پہلے ''حقیقۃ النبوۃ'' کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھا ''شریعت اسلام کی اصطلاح کے مطابق جن لوگوں کو نبی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ حقیقی معنوں میں نبی تھے''

۶۔ سوال از عدالت

اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی پر واجبی غور کرنے کے بعد دیانتداری سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ کا دعویٰ غلط تھا تو کیا پھر بھی وہ مسلمان رہے گا؟

جواب

جی ہاں عام اصطلاح میں وہ پھر بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔

سابقہ عقیدہ

ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے۔ مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کفر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل صفحہ ۲۸)

۷۔ سوال از عدالت

کیا مرزا غلام احمد کے درجہ کا کوئی شخص آئندہ آسکتا ہے۔؟

جواب

''اس کا امکان ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا یا نہیں۔''

سابقہ عقیدہ

لیکن پہلے ''انوار خلافت'' کے صفحہ ۶۵ پر لکھا ''اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھ دی جائے تو میں کہوں گا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۸۔ سوال از عدالت

کیا آپ مرزا غلام احمد کو ان مامورین میں شمار کرتے ہیں۔ جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لیے ضروری ہے؟

جواب

''کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاتا۔''

سابقہ عقیدہ

اس بیان کے خلاف ۴۳ برس تک یہ عقیدہ رہا کہ ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی

نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

مرزا محمود خلیفہ ربوہ کے مندرجہ بالا جواب پر تفصیل سے بحث ہوئی اور تحقیقاتی کمیشن جس نتیجہ پر پہنچا۔ وہ تحقیقاتی عدالت کی ازدو رپورٹ کے صفحہ ۱۹۹ پر اس طرح درج ہے۔

"لہٰذا یہ مسئلہ صرف ایک سوال پر محدود ہو جاتا ہے کہ آیا مرزا غلام احمد نے کبھی ایسی وحی کے مورد ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو وحی نبوت کہلا سکتی ہو۔ احمدیوں نے اوران کے موجودہ امام نے بڑے غور و خوض کے بعد ہمارے سامنے یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو وحی نبوت کے برابر قرار نہیں دیا۔ اور مرزا صاحب کی وحی پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے صفحہ ۲۱۲ پر درج ہے "اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے۔ کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں۔ یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

خلیفہ ربوہ کے اس بیان پر چیف جسٹس محمد منیر رپورٹ کے صفحہ ۲۱۲ پر ہی اپنا فیصلہ ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں کہ "لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

غیر مرزائی کی نماز جنازہ

غیر مرزائی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق مرزا محمود احمد نے پہلے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ "غیر احمدی تو مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

لیکن تحقیقاتی عدالت میں خلیفہ ربوہ نے جو جواب دیا وہ تحقیقاتی عدالت کی اردو

رپورٹ کے صفحہ ۲۱۲ پر اس طرح درج ہے۔

''نماز جنازہ کے متعلق احمدیوں نے ہمارے سامنے بالآخر یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا ایک فتویٰ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے احمدیوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جو مرزا صاحب کے مکفر اور مکذب ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ کیونکہ اس فتویٰ کا ضروری مفہوم یہی ہے کہ اس مرحوم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ جو مرزا صاحب کو نہ مانتا ہو۔ لہٰذا یہی فتویٰ موجود طرز عمل ہی کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔''

مسٹر محمد علی (لاہوری مرزائیوں کا امیر اول) کی سوانح حیات ''مجاہد کبیر'' کا مصنف اس کتاب کے صفحہ ۲۸۴ پر لکھتا ہے۔

''اسی طرح پہلے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اختلاف بنیادی قرار دیئے جاتے تھے۔ الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء)

مگر جب تحقیقاتی عدالت میں یہی سوال کیا گیا تو میاں صاحب (مرزا بشیر الدین) نے جواب دیا کہ ''اختلافات بنیادی نہیں بلکہ فروعی ہیں۔''

''فتح حق'' کے مصنف میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی (جو لاہوری فریق سے تعلق رکھتے ہیں) (مرزا بشیر الدین) کے اس بیان پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے صفحہ ۵۶ پر تحریر کرتے ہیں۔

''جبکہ مرزا محمود صاحب نے ایک دفعہ مندرجہ ذیل عبارت کے شائع کرنے کی اجازت دی۔'' (دیکھو الفضل قادیاں ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء)

''حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ان (عامۃ المسلمین) کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے اور ان کا اور۔ اس طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔''

آگے لکھتے ہیں کہ ''ان مندرجہ بالا بیانات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ میاں (محمود احمد) صاحب نے ایک ڈھونگ رچایا ہوا ہے۔ ان کی خلافت اور منافقانہ عقائد کی کوئی ٹھوس اور صحیح بنیاد نہیں۔ دنیا میں ایک فتنہ اور فساد ڈالا ہوا ہے۔ جس سے خدا امان میں رکھے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ بالآخر حق کی ہی فتح ہوگی۔''

نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر عبدالفتاح عبداللہ برکتہ
ترجمہ وتلخیص: مولوی مختار احمد

نبوت کے سلسلۃ الذھب کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک پر اختتام پذیر ہونے کا عقیدہ اسلام کے بنیادی واساسی عقائد سے تعلق رکھتا ہے' جو ایمان وکفر کے مابین حد فاصل' اور حد امتیاز سمجھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی نبوت پر ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے خاتمۃ النبوات تسلیم کیا جائے اور اس کے بعد جزوی یا کلی کسی صورت میں بھی نبوت کی تجدید متصور نہ مانی جائے۔ خصوصاً اس لیے کہ قرآن کریم میں آپ کے ''خاتم النبیین'' ہونے کی تصریح ہے اور آپ بنفس نفیس اپنے قول وعمل سے اس کا اظہار اور بارہا اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ فنی لحاظ سے اس باب کی احادیث اکثر محدثین کے ہاں حد تواتر (تواتر لفظی و معنوی) کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ صدرِ اوّل سے عقیدۂ ختم نبوت پر امت کے ہر کہ ومہ کا اجماع چلا آ رہا ہے' لہٰذا اس عقیدے کا اسلام کے مقتضیات واساسیات میں سے ہونا اظہر من الشمس ہے۔

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بڑے حصے میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت مختلف اسالیب ومتنوع انداز اختیار کر کے کی گئی ہے' کبھی محض اشارے پر اکتفا کیا گیا ہے تو کہیں تصریح' تنبیہ وسرزنش کے ذریعے اس عقیدے کو ذہنوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شارع اسلام کا اس عقیدے پر زور اور تاکید کی اس کیفیت کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے' سوائے اس کے کہ عقائد اسلامیہ کے قلعے میں کوئی شگاف رہے نہ کسی طالع آزما اور موقع پرست کو دعویٔ نبوت کی جرأت ہو' نہ کوئی کذاب وافترا پرداز سادہ لوح مسلمانوں

کے ذہنوں کو تلبیس کے ذریعے مسموم کر سکے اور نہ تحریف و تاویل اور دھوکے بازی کے تیشے سے اسلام کی بنیادوں کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہو سکے۔

علاوہ ازیں بنظر غائر دیکھا جائے تو ختم نبوت کا مفہوم و معنی اسلام کی تعلیمات' افکار و ہدایات کے ہر حصے و ہر جز میں پیوست نظر آتا ہے' جس کی بنا پر بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے بغیر تعلیماتِ اسلام کے کماحقہ فہم اور استفادے کی کوئی سعی بار آور نہیں ہو سکتی' ہر گام پر ٹھوکر کھانے کا اندیشہ ہے اور ہر مرحلے پر سوالات و اشکالات کا لامتناہی سلسلہ ہے۔

نصوصِ اسلامیہ (قرآن و حدیث) میں عقیدۂ ختم نبوت کے بار بار اعادے و تکرار کی غرض یہی ہے کہ امت مسلمہ ذہنی و فکری انتشار و انارکی سے محفوظ رہے اور یہ عقیدہ اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائے' مرورِ زمانہ سے اس طرز عمل کی افادیت واضح ہو گئی ہے۔ قرنِ اوّل سے تا ایں دم بیسیوں دنیا پرستوں نے اس میدان کو جولان گاہ بنانا چاہا' تاہم مسلمان کتاب و سنت کی منور ہدایت سے بصیرت و بصارت اخذ کر کے ان سے نبرد آزما ہوئے اور انھیں دندان شکن جواب دیا' اور اپنے گرداگرد غیر مرئی روحانی ہالہ بنا کر امت واحدہ تشکیل دی' صحیح اسلامی عقائد پر کاربند و عمل پیرا ہوئے' اور فاسد و اسلام سے متصادم عقائد کی حامل جماعت یا مکتب فکر کی حوصلہ شکنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

نبوت و رسالت کے معنی

نبوت ایک ایسا جلیل القدر و عظیم الشان منصب ہے' جس کے انبیا کرام علیہم السلام ہی سزاوار ہیں' وہ معصوم ہیں اور قرآن میں ذکر کردہ کسی بھی طریقے سے وحی اخذ کرتے ہیں۔

> اور کسی بشر کی یہ شان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر (تین طریقوں سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے' وہ بڑا عالی شان ہے' بڑی حکمت والا ہے۔

یہ ایسا اختصاص ہے جو خالصتاً مشیت ایزدی کے تابع ہے' فرد کے شخصی یا ذاتی کمالات کو اس کے حصول میں کوئی دخل ہے نہ وہ سعی و اکتساب سے اس منصب کو پا سکتا ہے اور نہ ریاضت' چلہ و نفس کشی ہی اس خلعت فاخرہ کے حصول کی راہ میں کچھ سودمند ہے۔ امام شہر

ستانی" کہتے ہیں کہ حصولِ نبوت کا دار و مدار نبی کی ذات پر نہیں ہے اور نہ ہی نبوت ایسا مقام ہے جس تک کوئی انسان علمی عبقریت' کسبی صلاحیت یا استعدادِ نفس کی بدولت رسائی حاصل کر سکے' یا ان صفات کی بنا پر اس میں نبوت کا استحقاق پیدا ہو بلکہ یہ مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے کسی کو عنایت کرتے ہیں' جیسا کہ نوح علیہ السلام کے اس قول سے ظاہر ہے۔

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

خدا کا چنیدہ فرد وحی کے ذریعے جو ہدایات و احکام یا اخلاقی و معاشرتی تعلیم پاتا ہے۔ کبھی تو ان احکام و تعلیمات کی بجا آوری کا صرف وہ خود مامور ہوتا ہے' یعنی تبلیغ و اشاعت کا حکم نہیں ہوتا۔ اس وقت یہ ذات نبی کہلاتی ہے اور اگر تبلیغ رسالت کی ذمہ داری بھی تفویض کی گئی ہو تو اس ذات پر نبی و رسول دونوں کا اطلاق ہوتا ہے' نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پانے کی وجہ سے اور رسول دعوت و تبلیغ کی بنا پر۔ اس تفصیل کے مطابق رسول کا نبی ہونا ضروری شرط ہے اور نبی کے لیے رسول ہونا ضروری نہیں۔

اس طرح نبی و رسول میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے' رسول اخص مطلق ہے یعنی ہر رسول نبی ہے' ہر نبی رسول نہیں۔ ایک قول و مذہب یہ بھی ہے کہ نبی و رسول کے مابین نسبت ترادف ہے' یعنی دونوں کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے' ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ بنابریں ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ایک نئی شریعت کا حامل ہوگا۔ دریں صورت نبوت کی تشریعیہ و غیر تشریعیہ کی اقسام میں تقسیم درست نہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ضعیف الاعتقاد یہ گمان نہ کرے کہ ختم نبوت' نبوت تشریعیہ کے لیے ہے اور نبوت غیر تشریعیہ کا دروازہ کھلا ہے' چنانچہ یہ کہنے کے بعد کہ نبوت ہمیشہ تشریعیہ یعنی شریعت و تکلیف کے ساتھ ہی ہوگی' اس گمان کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں نبوت و رسالت کے مابین فرق و امتیاز کے لیے کہا جائے گا کہ جسے تبلیغ کا پابند نہیں بنایا گیا' وہ "نبی غیر مرسل" ہے اور جسے لوگوں کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے وہ "نبی مرسل" ہوگا۔

لغوی اعتبار سے

لغت و اشتقاق کے اعتبار سے لفظ "نبوت" دو طرح استعمال کیا جاتا ہے: مہموز'

غیر مہموز۔

مہموز ماخوذ ہے نبأ (خبر دینا) سے' دریں صورت لفظ "نبی" فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور مفعول کے بھی۔ معنی مفعول کے اعتبار سے نبی کی تعریف ہوگی: انه منبا بالغیوب' یعنی اسے مغیبات اور پیش آمدہ امور سے آگاہ کیا گیا ہے۔ فاعل کی صورت میں معنی ہوگا: انه منبی بما یطلعه اللّٰه تعالیٰ علیه کہ وہ ان امور سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے' جس پر اسے اللہ تعالیٰ مطلع فرماتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں تسہیلاً ہمزہ کا ترک بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا استعمال غیر مہموز یعنی ہمزہ کے بغیر ہے۔ اس صورت میں لفظ نبی "اَلنُّبُوَۃُ" سے مشتق ہوگا۔ نَبْوَۃ کے معنی ہیں: ٹیلا' سطح زمین سے اونچی جگہ' کہا جاتا ہے: نبا الشیئ' اذا ارتفع یعنی سطح زمین سے ابھر کر نمایاں ہو جائے۔ چنانچہ نبی کا معنی ہوگا وہ ذات جو بنی نوع آدم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ساتھ اختصاص کی بنا پر فوقیت رکھتی ہو۔

غیر مہموز میں دوسری لغت یہ ہے کہ "النبی" بمعنی راستے سے ماخوذ ہو' اس صورت میں لغوی و شرعی معنی میں مناسبت یہ ہوگی کہ نبی امتیوں کو وہ راہ دکھاتا ہے' جس کی منزل معرفت ربانی اور انوارِ قدسی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبوت شرعی لغت کے تمام معانی و مطالب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس طرح کہ نبی بذریعہ وحی اخبارِ غیب اخذ کرتا ہے اور عوام الناس تک ان خبروں کی ترسیل کا پابند ہوتا ہے۔ مصدر و منبع رسالت اور دعوت و تبلیغ کے عمل سے وہ بارگاہ ایزدی میں تقرب اور بلند مقام پاتا ہے' لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور ان کے قلوب کو فیضانِ محبت اور انوار معرفت سے منور کرتا ہے۔

بنی نوع آدم میں سے جو فرد اس مرتبہ بلند پر فائز ہوتا ہے' لوگ اس کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے اور وہ ان کی پُرخلوص محبت' غیر مشروط اطاعت اور فروتنی سے بہرہ یاب ہوتا ہے' وہ لوگوں کا ان دیکھا حاکم ہوتا ہے' ان کے جذبات اور دل و دماغ کو مادی رنگینیوں' سحر انگیز طلسم کدوں کے شکنجے سے نکال کر روحانیت کی دلفریب و دلآویز وادیوں میں لے جاتا ہے۔ یہی وہ امور ہیں جن کی بنا پر بہت سے جھوٹے مدعی نبوت اس پرخار وادی میں نوردی پر کمر بستہ ہوئے' ان کا مطمع نظر عوام پر حکومت' ان کی محبت' فریفتگی اور غیر مشروط اطاعت کا حصول تھا۔ مگر۔ اے بسا آرزو کہ خار شدہ۔ انہیں اس عمل میں منہ کی کھانی پڑی اور دنیا و آخرت

Note:-
This page is missing

اور معجم الوسیط میں ہے کہ **ختم النحل ختما و ختاما: مَلاَءَ خلیته عسلاً** شہد کی مکھی نے اپنا چھتا شہد سے بھر دیا۔ **ختم علی الشراب والطعام و غیرهما: غطی فوهة وعائه بطین او شمع او غیرهما حتی لایدخله شی ولا یخرج منه شیء فهو مختوم** کھانے پینے کے برتن کا منہ مٹی یا موم وغیرہ سے بند کرنا کہ اس سے کچھ نہ نکل سکے۔ قرآن کریم میں ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ.

اہل جنت کو مہر بند شراب پلائی جائے گی۔

ختم علی فمه منعه من الکلام یعنی کلام پر قدغن لگانا' بات کرنے سے روکنا **ختم الشیء اتمه' و بلغ اخره'** یعنی کسی چیز کو پورا کرنا اور اس کی انتہا تک پہنچنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے قرآن پاک میں ''خاتم'' کو ''النبیین'' کی طرف اضافت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' چنانچہ آیت مبارکہ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

''خاتم النبیین'' کا بدیہی معنی یہی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ لحاظ بعثت آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی معنی کو قرآن کے مخاطب اول عرب سمجھے اور یہی معنی آج تک متداول ومشہور ہے اور اس میں دو رائے نہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ ''خاتم النبیین'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا وصف ہے' جس میں ادنیٰ شائبے کی گنجائش بھی نہیں' اس کا پہلا و آخری معنی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں' آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ لہٰذا آپ کے اس وصف سے کمال نبوت اور افضلیت کے معنی مراد لینا ثانوی وضمنی اور پہلے معنی کے تابع ہوگا' چنانچہ خاتم النبیین سے ثانوی وتابع معنی مراد لے کر اصل ومتبوع اور لازمی معنی (یعنی آپ آخری نبی ہیں) ترک کر دینا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ قاعدہ مشہور ہے کہ ''لازم اپنے ملزوم سے جدا نہیں ہوسکتا۔''

اس اندیشے کے امکانات کو ختم کرنے کی غرض سے کہ جھوٹے مدعیان نبوت خاتم

النبیین کا دوسرا (ثانوی) معنی بیان کر کے سادہ لوح عوام کے ذہنوں کو پہلے اور اساسی معنی سے پھیر نہ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا معنی صراحتاً بار بار مختلف اسلوب اختیار کر کے ذکر کیا' کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رکھی کہ آپ آخری نبی ہیں' آپ کے بعد نبوت کا دعویدار دجال' گمراہ اور افترا پرداز ہے اور دوسرے ثانوی معنی کا کبھی اشارتاً وکنایتاً بھی اظہار نہیں فرمایا' مبادا کہ ضعیف الایمان دوسرے معنی پر ہی تکیہ نہ کر بیٹھیں اور یوں وہ مضبوط بند شرپسندوں کا ریا سہارا نہ سکے اور مذہب اسلام ان کا تختہ مشق بن جائے۔

جن احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتم النبیین ہونے کی تصریح فرمائی' ان میں ثوبانؓ کی روایت ہے' فرماتے ہیں:

اللہ جل شانہ نے زمین سمیٹ کر مجھے دکھائی' چنانچہ میں نے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا' یہاں تک کہ فرمایا' میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے' جو برخود غلط نبوت کا دعویٰ کریں گے' حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حدیث شفاعت میں ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (احوالِ قیامت سے گھبرا کر) میرے پاس آئیں گے (آہ و زاری کرتے ہوئے) کہیں گے' اے محمدؐ! آپ اللہ جل شانہ کے رسول اور آخری نبیؐ ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کے سابقہ وگزشتہ گناہوں سے درگزر فرما چکا ہے' اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجیے۔

انقطاع نبوت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں' ابو ہریرہؓ راوی ہیں:

بنی اسرائیل پر انبیاء کرام حکومت فرمایا کرتے تھے' جب کبھی کوئی نبی دنیا سے رحلت فرمالیتا فوراً دوسرے نبی کی بعثت عمل میں آ جاتی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں (تاہم) خلفاء' ہوں گے جو بڑی تعداد میں ہوں گے۔

سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

آپ میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ

السلام کے لیے رکھتے ہیں (یعنی ان کی طرح آپ میرے دست و بازو ہیں) تاہم فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں' بابِ نبوت بند ہو چکا ہے۔

سعدؓ ہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا اور جنگ میں لے کر نہ گئے' تو انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ نہیں چاہتے کہ تم میرے لیے اسی طرح ہو جس طرح ہارون موسیٰؑ کے لیے تھے' سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رسالت و نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے' لہٰذا میرے بعد کوئی رسول مبعوث ہو گا نہ نبی۔ راوی کہتے ہیں: حاضرین پر یہ امر نہایت گراں گزرا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن خوشخبریاں دینے والی رہیں گی۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! خوشخبریاں دینے والی کیا ہیں؟ فرمایا: مسلمان کے خواب' یہ خواب نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہیں۔

ختم نبوت کی ذہنوں میں راسخ کرنے اور آئندہ کسی بھی زمانے اور پُرفتن دور میں مسلمانوں کو فکری و عقلی کج روی سے محفوظ و مصون رکھنے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثال دے کر توضیح و تشریح کا اسلوب بھی اختیار فرمایا۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری اور انبیائے سابقین کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی شخص گھر بنائے۔ زیبائش و آرائش کے تمام اسباب بہم پہنچائے' لیکن ایک جانب ایک اینٹ نہ رکھے' لوگ اس گھر کو حیرت و استعجاب سے دیکھیں اور کہیں یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی (کہ حسن پورا ہو جاتا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں

(یعنی میں اس سلسلہ کی انتہا اور اس حسن کا کمال ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ضمن میں تنبیہی وتحذیری اسلوب میں بھی روایات منقول ہیں۔ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جب تک تقریباً تیس دجال' کذاب ظاہر نہ ہوں' قیامت نہیں آئے گی' ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اللہ کا رسول گمان کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر تاکیداً اس امت کے آخری اور مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے کے بارے میں فرما کر ضمناً اس امر کی وضاحت بھی فرما دی کہ آپ کی نبوت بھی آخری ہی ہے' چنانچہ ابو امامہ باہلی اپنے خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دجال سے ڈرانے کے بعد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اور میں آخری نبی اور تم آخری امت ہو۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمان اور ابو عبداللہ اعز روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابراہیم نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد۔

پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی حائل ہے نہ کسی امت کے ظہور کا امکان ہے اور نہ کوئی مسجد جس کی تعمیر نبی کے ہاتھوں عمل میں آئی ہو نہ کوئی دین الٰہی' جس سے دین اسلام منسوخ ہو۔ اس مفہوم کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے' جسے مغیرہ بن شعبہؓ نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق کی خاطر برسرپیکار رہے گی' یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے ایک بار اپنے خطبے میں فرمایا' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا ہے اللہ تعالیٰ جس سے اچھائی و بہتری کا معاملہ فرمانا چاہیں' اسے تفقہ فی الدین کی دولت سے نوازتے

ہیں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے، یہ امت ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے گی یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

ختم نبوت کی آیت کی تفسیر کے ذیل میں حافظ ابن کثیرؒ سابقہ اور اس مضمون کی دیگر احادیث کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اس (ختم نبوت کے) باب میں کثرت سے احادیث مروی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اللہ تعالیٰ کی عظیم وگرانمایہ نعمت ہے، ازاں بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر سلسلہ نبوت ختم کر کے اور دین اسلام کی تکمیل فرما کر امت مرحومہ پر احسان کا حق ادا فرما دیا۔ لہٰذا قرآن واحادیث میں کثرت سے اس مضمون کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا، مکار ہے، افتراء پرداز، ضال ومضل ہے، اگرچہ اس سے کسی خارقِ عادت امر کا ظہور ہو یا شعبدہ بازی سے ذہنوں کو مسحور کر کے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے۔

کفر اور کافر کے اقسام

مفتی محمد شفیعؒ

اس رسالہ کا اصل موضوع بحث یہی مضمون ہے جیسا کہ تمہید میں لکھا جا چکا ہے۔ مذکور الصدر تفصیل میں یہ معلوم ہو چکا کہ کفر، تکذیب رسول کا نام ہے پھر تکذیب کی چند صورتیں ہیں اور ان صورتوں کے اختلاف ہی سے کفر کی چند اقسام بن جاتی ہیں جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ نیز اپنی کتاب لاقتصاد فی الاعتقاد میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ اپنے فتاویٰ میں اور امام بغوی نے آیت ان الذین کفروا سواء علیھم الایۃ کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے نیز علم عقائد و کلام کی مستند کتب شرح مواقف و شرح مقاصد میں بھی ان کا تفصیلی ذکر ہے ان اقسام تکذیب کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ ایک تکذیب کی صورت تو یہ ہے کہ کوئی شخص صراحتاً رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ہی تسلیم نہ کرے جیسے بت پرست، یہود اور نصاریٰ۔

۲۔ دوسری یہ کہ رسول تسلیم کرنے کے بعد باوجود آپ کے کسی قول کو صراحتاً غلط یا جھوٹ قرر دے یعنی آپ کی بعض ہدایات پر ایمان رکھے اور بعض کی تکذیب کرے۔

۳۔ تیسری یہ کہ کسی قطعی الثبوت قول یا فعل رسول کو یہ کہہ کر رد کر دے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول یا فعل نہیں ہے یہ بھی درحقیقت رسول کی تکذیب ہے۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قول و فعل کو بھی تسلیم کرتے ہوئے اس کے مفہوم کی تاویل

کرکے قرآن وحدیث کی قطعی تصریحات کے خلاف کسی خود ساختہ مفہوم پر محمول کرے۔ کفر وتکذیب کی یہ صورت چونکہ دعوائے اسلام اور ادائیگی شعائر اسلام کے ساتھ ہوئی ہے اس لئے اس میں اکثر لوگوں کو بہت مغالطہ پیش آتا ہے۔ خصوصاً جب اس پر نظر کی جائے کہ تاویل کے ساتھ انکار کرنا باتفاق علماء تکذیب میں داخل نہیں اور ایسے شخص کو کافر بھی نہیں کیا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ ملحدین بھی کسی تاویل کا سہارا ضرور لیتے ہیں اس لئے اس قسم کی تشریح و توضیح زیادہ ضروری ہے تاکہ تاویل اور الحاد میں فرق معلوم ہو سکے اور معلوم ہو جائے کہ تاویل کے محل میں تاویل موجب کفر نہیں مگر الحاد و زندقہ کی تاویل بالا جماع موجب کفر ہے اس لئے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

کفر و زندقہ والحاد:

تکذیب کی یہ چوتھی صورت قرآن کی اصطلاح میں ''الحاد'' اور حدیث میں ''الحاد'' و''زندقہ'' کے نام سے موسوم ہے۔

الذین یلحدون فی ایاتنا لا یخفون علینا افمن یلقی فی النّار خیر ام من یاتی امنا یوم القیامة الایة عن ابنعمر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول "سیکون فی هذه الامة مسخ الا وذلک فی المکذبین بالقدر والزندیقیه" اخرجه الامام احمد فی مسنده ص ج ۲ ص ۱۰۸ وقال فی الخصائص سنده صحیح و فی منتخب کنز العمال ج ۵ ص ۵۰ مرفوعاً ما یفسرها.

''جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں' کیا وہ شخص جو جہنم میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو امن کے ساتھ

آئے گا قیامت کے دن۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ عنقریب اس امت میں مسخ ہوگا' اور سن رکھو کہ وہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا' اور زندیقین میں'' اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور خصائص میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور منتخب کنز العمال ج ۲ ص ۵۰ میں مرفوعاً ایک روایت ہے جو اس کی تفسیر کرتی ہے۔''

امام بخاریؒ نے اس قسم کی تکذیب کے متعلق صحیح بخاری میں ایک مستقل باب لکھا ہے۔

اس باب میں اس قسم کی تکذیب کو بھی ارتداد قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مسوی شرح مؤطا میں اس قسم کی تکذیب کے متعلق لکھا ہے۔

وان اعتراف به ظاهراً ولكن يفسر بعض ماثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجمعت عليه الامة فهو الزنديق كما اذا اعترف بان القران حق وما فيه من ذكر الجنة والنار حق لكن المراد بالجنة الابتهاج الذى يحصل بسبب الملكات المحمودة والمراد بالنار هى الندامة التى تحصل بسبب الملكات المذمومة وليس فى الخارج جنة ولا نار فهو زنديق (مسویٰ شرح مؤطا ج ۲ ص ۱۳۰)

اور اگر اقرار تو کرے اس کا ظاہری طور پر' لیکن دین کی بعض ان چیزوں کو جو ثابت ہیں' ایسی تفسیر بیان کرے جو صحابہ اور تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو' تو وہ زندیق ہے' مثلاً یہ تو اقرار کرے کہ قرآن حق ہے اور جو اس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے وہ بھی ٹھیک ہے لیکن جنت سے مراد وہ خوشی و فرحت ہے جو اخلاق حمیدہ سے پیدا

ہوتی ہے اور دوزخ سے مراد وہ ندامت ہے جو اخلاق مذمومہ کے
سبب حاصل ہوتی ہے۔ ویسے کوئی نہ جنت ہے نہ دوزخ پس یہ شخص
زندیق ہے۔"

تاویل اور تحریف میں فرق

ثم التاویل تاویلان تاویل لا یخالف قاطعا من الکتاب والسنة واتفاق الامة وتاویل یصادم ماثبت بقاطع فذالک الزندقة فکل من انکر رؤیة اللّٰہ تعالیٰ یوم القیامة او انکر عذاب القبر وسوال المنکر والنکیر او انکر الصراط والحساب سواء قال لا اثق بھؤلاء الرواة اوقال اثق بھم لکن الحدیث ماؤل ثم ذکر تاویلاً فاسد الم یسمع من قبله فھو الزندیق او قال ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم خاتم النبوة ولکن معنی ھٰذا الکلام انه لا یجوزان یسمّٰی بعدهٗ احدٌ بالنبی واما معنی النبوة وھو کون الانسان مبعوثا من اللّٰہ تعالیٰ الیٰ الخلق مفترض الطاعة معصوماً من الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فیما یری فھو موجودةٌ فی الائمة بعده فذلک الذندیق. (از تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ)

"پھر تاویل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تاویل تو وہ ہے جو کتاب سنت اور اتفاق امت کی کسی قطعی بات کی مخالف نہیں اور ایک تاویل وہ ہے جو ان مذکورہ چیزوں سے ثابت شدہ کسی حکم قطعی کی مصادم ہو پس یہ شکل ثانی "زندقہ" ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی روایت کا منکر ہو قیامت کے روز یا عذاب قبر کا منکر ہو اور منکر اور نکیر کے سوال کا منکر

ہو یا پل صراط اور حساب کا منکر ہو۔ خواہ وہ یوں کہے کہ مجھے ان راویوں پر اعتبار نہیں‘ اور یا یوں کہے کہ ان راویوں کا تو اعتبار ہے مگر حدیث کے معنی دوسرے ہیں اور یہ کہہ کر ایسی تاویل بیان کرے جو اس سے پہلے نہیں سنی گئی پس وہ ”زندیق“ ہے‘ یا یوں کہے کہ نبی اکرم ﷺ خاتم النبوۃ ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کسی شخص کا نام ”نبی“ رکھنا جائز نہیں۔ مگر نبوۃ کے معنی اور مصداق‘ یعنی انسان کا خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا مخلوق کی طرف‘ کہ اس کی اطاعت فرض اور وہ گناہوں سے معصوم ہو اور اس بات سے معصوم ہو کہ اگر اس کی رائے میں غلطی ہو تو وہ اس پر باقی رہے۔ تو یہ معنی اور مصداق آپ کے بعد ائمہ میں موجود ہیں پس یہ شخص ”زندیق“ ہے۔

تکذیب رسول کی یہ چوتھی صورت جس کا نام زندقہ و الحاد ہے۔ درحقیقت نفاق کی ایک قسم ہے اور عام نفاق سے زیادہ اشد اور خطرناک ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جبکہ سلسلہ وحی منقطع ہو گیا اور کسی شخص کے دل میں چھپے ہوئے کفر و نفاق کے معلوم ہونے کا ہمارے پاس کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے۔ تو اب منافق صرف ان ہی لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جن سے اسلام کا مدعی ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ اقوال یا اعمال ایسے سرزد ہو جائیں جو ان کے باطنی کفر کی غمازی کریں۔ زندقہ و الحاد اسی کی ایک مثال ہے اور اسی لئے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اور تفسیر ابن کثیر میں آیت **فی قلوبهم مرض** (بقرہ) کے تحت میں حضرت امام مالکؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ **المنافق فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو الزندیق الیوم** (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۴۶ طبع مصر) یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کسی کے دل میں کفر و نفاق کتنا ہی چھپا ہو لیکن ہمارے پاس اس کا ذریعہ علم نہ ہونے کے باعث ہم اس کو کافر یا منافق نہیں کہہ سکتے اب نفاق کی ایک ہی قسم موجود ہے جس کو زندقہ کہتے ہیں۔ یعنی دعوائے اسلام اور شرائع اسلام کے پابند ہونے کے ساتھ

کوئی عقیدہ کفریہ رکھنا یا ضروریاتِ دین میں تاویل باطل کرکے اس کے اجماعی معنیٰ میں تحریف کرنا۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو کہ امت کے مسلم امام ہیں اور تمام اسلامی فرقے ان کی امامت کے قائل ہیں۔ خدا بخش قادیانی نے اپنی کتاب عسل مصفیٰ میں جس کو مرزا غلام احمد نے حرفاً حرفاً سن کر تصدیق کی ہے۔ص ۱۶۴ پر مجدد دین اسلام کی فہرست لکھتے ہوئے امام غزالیؒ کو پانچویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔

امام غزالیؒ نے مسئلہ کفر وایمان میں الحاد و زندقہ کی شدید مضرت اور اس مسئلہ کی نزاکت کا خیال فرما کر ایک مستقل کتاب **التفرقه بين الاسلام** تصنیف فرمائی جس میں قرآن وسنت اور عقل ونقل سے واضح کر دیا کہ تاویل اور الحاد میں کیا فرق ہے اور یہ کہ زنادقہ و ملاحدہ کی اسلامی برادری میں کوئی جگہ نہیں وہ دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں نیز کسی مدعی اسلام کے کافر قرار دینے میں جو احتیاط لازم ہے اس کے پیش نظر امام موصوف نے اس کتاب میں ایک زریں وصیت اور ضابطہ بیان فرمایا ہے اس کو مع ترجمہ کے لکھا جاتا ہے۔

فصل: اعلم ان شرح ما يكفر به وما لا يكفر به يسدى مايكفر به وما لا يكفر به يسدى تفصيلا طويلا يفتقرا الى ذكر كل المقالات والمذاهب وذكر شبهه كل واحدٍ ودليله ووجه بعده عن الظاهر ووجه تاويله وذلک لا تحويله وذلک لا تحويه مجددات وليس يسمع لشرح ذٰلک اوقاتى فاقنتع الآن بوصيه وقانون امّا الوصية فان تكف لسانک عن اهل القبلة ما امنک ما داموا قائلين لا اله الا الله محمد رسول الله غير مناقضين لها والمناقضة تجويزهم الكذب علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد راودغير عذرفان التكفير فيه خطر والسكوت لا خطرفيه

واما القانون فهو ان تعلم ان النظريات قسمان قسم يتعلق باصول العقائد وقسم يتعلق بالفروع واصول الايمان بالله وبرسوله وباليوم الآخر ماعداه فروع او اعلم ان الخطاء فى اصل الا مانه او وتعينها وشروطها وما يتعلق بها لا يوجب شئ منه تكفيراً فقد انكر ابن كيسان اصل وجوب الامامة ولا يلزم تكفيره يلتفت الىٰ قوم يعظمون امر الامامة ويجعلون الايمان بالامام مقرونا بالايمان بالله وبرسوله والىٰ خصومنهم المكفرين لهم بمجرد مذهبهم فى الامامة وكل ذلک اسراف اذ اليس فى واحد من القولين تكذيب الرسول صلى الله عليه وسلم اصلا) ومهما وجد التكذيب وجب التكفيروان كان فى الفروع فلو قال قائلٌ مثلاً البيت الذى بمكة ليس هى الكعبة التى امر الله بحجها هذا اكفراذ ثبت تو اتراً عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذالک البيت بانه الكعبة ينفعه ينفعه انكاره بل يعلم قطعا نه معاندٌ فى انكاره (الان بكون قريب عهد بالاسلام ولم التواترعنده ذلک وكذالک نسب عائشة رضى الله عنها الى الفاحشة وقد نزل القرآن آئتها فهو كافر لا هذا وامثاله لا يكن الا بتكذيب اوانكاروالتوائر ينكره الانسان بلسانه ولا يمكنه ان يجهله لعلبه. نعم لو انكر ما ثبت با خبار الاحاد فلا يلزمه به الكفر ولو انكر مالبت بالا جماع فهذا فيه نظرٌ لان معرفة كون الاجماع حجةً مختلفٌ فيه

فهذا احكم الفروع واما الاصول الثلثة فكل ما لم يحتمل التاويل فی نفسه وتواتر نقله ولم يتصور ان يقوم برهان علی خلافه فخلافه تكذيب محض ومثاله ما ذكرناه من حشر الاجساد والجنة والنار واحاطة علم اللّٰه تعالیٰ بتفاصيل الامور وما يتطرق اليه احتمال ولو بالمجاز البعيد فينظر فيه الی برهان فان كان قاطعا وجب القول به لكن ان كان فی اظهاره مع العوام ضرر لقصود فهمهم فاظهاره بدعة وان لم يكن البرهان قاطعاً يعلم ضرورة فی الدين كنفی المعتزلة للروءمة عن الباری تعالیٰ فهذا بدعة وليس بكفر واما ما يظهرلهٗ ضرر فيقع فی محل الاجتهاد والنظرفيحتمل ان يكفر ويحتمل ان لا يكفر (ثم قال)

ولا ينبغی ان نظن ان التكفير ونفيه ينبغی ان يدرک قطعاً فی كل مقام بل التكفير حكم شرعی يرجع الیٰ اباحة المال وسفک الدم او الحكم بالخلود فی النار فما خذه كما خذ سائر الاحكام الشرعية تارة يدرک بيقين وتارة بظن غالب وتازه يتردد فيه ومهما حصل الردد فالتوقف فی التكفير اولیٰ والمبادرة الی التكفير انما يغلب علی طباع من يغلب عليهم الجهل.

”جاننا چاہئے کہ اس بات کی شرح کرنے کے لئے کہ کیا چیزیں موجب تکفیر ہیں اور کیا نہیں، بہت تفصیل طویل درکار ہے کیونکہ اس میں ضرورت ہے تمام مقالات و مذاہب کے ذکر کرنے کی اور ہر ایک

کا شبہ اور اس کی دلیل' اور اس کے بعد کی وجہ ظاہر ہے اور اس کی تاویل کی وجہ کی۔ اور یہ متعدد جلدوں میں بھی نہیں سما سکتا۔ اور نہ اس کی شرح کے لئے میرے وقت میں گنجائش ہے۔ اس لئے میں اس وقت ایک قانون اور ایک وصیت پر اکتفا کرتا ہوں۔''

وصیت: سو وصیت تو یہ ہے کہ تم اپنی زبان کو اہل قبلہ کی تکفیر سے روکو جب تک ممکن ہو یعنی جب تک وہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قائل رہیں' اور اس سے مناقضہ نہ کریں اور مناقضہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کسی حکم کے غلط اور جھوٹ ہونے کو جائز سمجھیں خواہ کسی عذر سے یا بغیر عذر کے۔ کیونکہ تکفیر میں تو خطرہ ہے اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں۔

ضابطہ تکفیر: اور قانون یہ ہے کہ تمہیں معلوم کرنا چاہئے کہ نظریات کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو اصول عقائد سے متعلق ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو فروغ کے متعلق ہے۔ اور ایمان کے اصول تین ہیں اول اللہ پر ایمان لانا۔ دوم اس کے رسول پر بھی سوم قیامت کے دن پر؟ اور ان کے علاوہ جو ہیں فروع ہیں۔ اور جاننا چاہئے کہ خطاء غلطی امامت کی اصل' اور اس کے تعین اور اس کی شروط وغیرہ میں جیسا کہ روافض وخوارج میں پائی جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی موجب تکفیر نہیں ہے۔ کیونکہ ابن کیسان نے امامت کے اصل و جوب ہی کا انکار کیا ہے اور انہیں لازم ہے اس کی تکفیر اور نہیں التفاتات کیا جائے گا اس قوم کی طرف' جو امامت کے معاملہ کو عظیم سمجھتے ہیں اور امام کے ساتھ ایمان لانے کو خدا و رسول کے ساتھ

ایمان لانے کی برابر کرتے ہیں اور نہ ان کے مخالفین کی طرف التفات کیا جائے گا۔ جو ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ محض اس لئے کہ وہ مسئلہ امامت میں اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ سب حد سے گزرنا ہے کیونکہ ان دونوں اقوال میں سے کسی میں بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بالکل لازم نہیں آتی اور جس جگہ تکذیب پائی جائے گی تو تکفیر ضروری ہو گی اگرچہ وہ فروع ہی میں ہو' مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ جو گھر مکہ معظمہ میں ہے' وہ کعبہ نہیں ہے جس کے حج کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' تو یہ کفر ہے کیونکہ نبی کریمؐ سے تواتر کے ساتھ اس کے خلاف ثابت ہے اور اگر وہ اس امر کا انکار کرے اور کہے کہ حضور ﷺ نے اس گھر کے کعبہ ہونے کی شہادت ہی نہیں دی تو اس کا انکار اس کو نافع نہ ہو گا۔ بلکہ اس کا اپنے انکار میں معاند ہونا قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا۔ بجز اس کے کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور یہ بات اس کے نزدیک بھی حد تواتر کو نہ پہنچی ہو اور اسی طرح جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھے۔

حالانکہ قرآن مجید میں ان کی برأت نازل ہو چکی تو وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ یہ اور اس جیسی باتیں بغیر تکذیب اور انکار کے ممکن نہیں اور تواتر کا کوئی انسان زبان سے خواہ انکار کر دے مگر یہ ناممکن ہے کہ اس کا قلب اس سے ناآشنا ہو' ہاں! البتہ اگر کسی ایسے امر کا انکار کرے جو خبر واحد سے ثابت ہے تو اس سے کفر لازم نہ آئے گا اور اگر کسی ایسی چیز کا انکار کرے جو کہ اجماع سے ثابت ہے تو اس میں ذرا تامل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اجماع کا حجت ہونا مختلف فیہ ہے تو

اس کا حکم فروع کا ہو گا' اور اصول ثلاثہ کے متعلق یہ ہے کہ جو فی نفسہ تاویل کو محتمل نہیں اور اس کی نقل تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اس کے خلاف کسی دلیل کے قائم ہونے کا تصور نہیں ہوسکتا سو اس کی مخالفت کرنا تو تکذیب ہے اور اس کی مثال وہی ہے جو ذکر ہو چکی ہے یعنی حشر ونشر اور جنت و دوزخ اور حق تعالیٰ کے علم کا تمام امور کی تفصیلات پر محیط ہونا اور جو اس میں سے ایسے ہیں کہ ان میں احتمال کی راہ ہے اگرچہ مجاز بعید ہی کے طریق پر ہو' تو اس میں دلیل کی طرف دیکھا جائے گا۔ پس اگر دلیل قطعی ہو' تب تو اس کا قائل ہونا واجب ہے' لیکن اگر اس کے ظاہر کرنے میں عوام کا ضرر ہو بوجہ ان کے قصورِ فہم کے تب تو اس کا ظاہر کرنا بدعت ہے اور اگر دلیل قطعی نہ ہو۔ جیسے معتزلہ کا رویت باری سے انکار کرنا' پس یہ بدعت ہے اور کفر نہیں ہے اور وہ چیز جس کا ضرر ظاہر ہو' تو وہ مقام اجتہاد میں واقع ہو جائے گی۔ پس ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے تکفیر کی بھی جائے اور ممکن ہے کہ تکفیر نہ بھی کی جائے۔

پھر آگے چل کر فرمایا:

ولا بدمن البیه بقاعدة آخری فهو ان المخالف قد یخالف نصاً متواتراً ویزعم انه ماول ولکن تاویله لا انقداح له اصلافی اللسان لا علی قرب ولا علی بعدٍ فذلک کفر وصاحبه مکذبٍ وان کان بزعم انه مائول.

اور یہ مناسب نہیں کہ تم یہ خیال کر لو کہ تکفیر اور عدم تکفیر کے لئے ضروری ہے کہ ہر جگہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے بلکہ بات یہ ہے کہ

تکفیر ایک حکم شرعی ہے' جس کا نتیجہ ہے کہ اس سے اباحت مال اور خون کا ہدر ہونا یا خلود وفی النار کا حکم لازم آتا ہے۔ سو اس کا منشا بھی دوسرے احکام شرعیہ کے منشا کی طرح ہے کہ کبھی تو یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور کبھی ظنِ غالب کے ساتھ اور کبھی تردد کے ساتھ اور جب تردد ہو تو تکفیر میں توقف کرنا بہتر ہے اور تکفیر میں جلدی کرنا ان ہی طبیعتوں پر غالب ہوتا ہے۔ جن پر جہل کا غلبہ ہے۔

اور ایک اور قاعدہ پر بھی تنبیہ کر دینا ضروری ہے' وہ یہ کہ مخالف کبھی کسی نصِ متواتر کی مخالفت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ رہ ماوّل ہے لیکن اس کی تاویل ایسی ہوتی ہے کہ اس کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی زبان میں نہ قریب نہ بعید۔ تو یہ کفر ہے اور ایسا شخص مکذب ہے اگرچہ وہ یہ سمجھتا رہے کہ وہ ماوّل ہے۔

آخر میں کچھ اور اسی قسم کی تاویلات باطلہ کا بیان کر کے لکھا:

فامثال هذا المقالات تكذيبات عبر عنها بالتاويلات

"پس اس جیسی باتیں تکذیبات جن کا نام تاویلات رکھ لیا گیا ہے۔"

حضرت امام غزالیؒ کی اس مفصل تحریر سے واضح ہو گیا کہ قرآن و حدیث میں ایسی تاویلات باطلہ کرنا جو ان کے اجماعی مفہوم کو بدل دیں اور امت کے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی نیا مفہوم ان سے پیدا ہو جائے ایسی تاویل بھی تکذیب رسول ہی کے حکم میں ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔

قادیانیوں سے چند سوالات

مولانا تاج محمد صاحب

(۱) چودہ سو سال کے کسی مجدد۔ محدث۔ صحابی اور ولی کے کلام سے ثابت کر دو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں مسیح ابن مریم یا عیسیٰ ابن مریم سے مراد کوئی ان کا مثیل ہے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے یا ان سے مراد مرزا غلام قادیانی پسر چراغ بی بی ہے۔ اگر تم سچے ہو تو کیا کسی مجدد یا محدث کا قول پیش کر سکتے ہو؟

(۲) چودہ سو سال کے اندر کسی زمانہ کے بارے میں یہ ثابت کر سکتے ہو کہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور مسلمانوں نے اس کو طاقت ہوتے ہوئے برداشت کیا ہو؟ یا کسی نے کسی مدعی نبوت سے یہ دریافت کیا ہو کہ تمہارا دعویٰ تشریعی نبوت کا ہے یا غیر تشریعی نبوت کا یا ظلی بروزی اور مستقل نبوت کا؟

(۳) کیا یہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید کے بعض معانی قرون اولیٰ سے چھپا دیں اور صدیوں کے مجددین اور اولیائے کرام اور علماء کرام مشرکانہ معانی پر جمے رہیں حتیٰ کہ مرزا غلام قادیانی مجدد و مامور ہو کر بھی دس سال تک عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتا رہا اور بعد میں کہا کہ حیات مسیح کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔ کیا شرک عظیم کو اجتہاد کی وجہ سے برداشت کیا جا سکتا ہے؟

(۴) کیا کسی نبی نے کافر حکومت کی اتنی خوشامد کی ہے اور اتنی دعائیں دی ہیں اور اتنی خدمت کی ہے جو مرزا غلام قادیانی نے انگریزی حکومت کی ہے؟

(۵) کیا مرزا غلام قادیانی کے لڑکے اور مرزائیوں کے خلیفہ دوم مرزا محمود نے "حقیقۃ النبوۃ" مطبوعہ قادیان حصہ اول ص ۱۸۸ پر یہ نہیں لکھا کہ قرآن میں ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے کیا یہ قرآن پاک سے تَلَعُّبْ اور کھیل نہیں ہے؟

(۶) کیا مرزا غلام قادیانی نے جہاد کا انکار نہیں کیا؟ اور انگریز کی اطاعت فرض قرار نہیں

دی؟ کیا یہ مرزا غلام قادیانی کا شعر نہیں ہے۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

(۷) ہمارے پاس کسی کے الہام کسی کی وحی' کسی کے کشف اور کسی کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے قرآن و حدیث ہیں۔ مرزا غلام قادیانی نے حیات مسیح کے سلسلہ میں حدیث کا قصہ یوں ختم کیا لکھا ہے کہ

"میں حکم بن کر آیا ہوں۔ مجھے اختیار ہے کہ حدیثوں کے جس ڈھیر کو چاہوں خدا سے وحی پا کر رد کر دوں" (العیاذ باللہ)

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۵' اعجاز احمدی ص ۲۹)

(۸) کیا مرزا کے سامنے یہ اشعار نہیں پڑھے گئے تھے؟ اور مرزا نے ان پر تحسین نہیں کی تھی؟

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں!
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(بدر قادیاں ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۱۴)

(۹) کیا تم کسی ولی' شیخ اکبر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' امام رازیؒ یا کسی مجدد و محدث کا قول پیش کر سکتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کے بجائے کوئی مثیل یا دوسری قسم کا مدعی بن کر آئے گا۔ اور شریعت میں مستعمل ہونے والے تمام الفاظ کے معانی بدل کر رکھ دے گا؟

(۱۰) کیا مرزا غلام قادیانی نے وحی اور مکالمات الہیہ کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی وحی کو قرآن پاک کی مانند اپنے ان اشعار میں جو "درثمین" میں درج ہیں بیان نہیں کیا۔

آنچہ من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاک دانش ز خطا

ہمچو قرآن منزہ اش و الم
از خطاہا ہمیں است ایمانم

(۱۱) کیا قرآن مجید نے جس امت کو خیرامۃ فرمایا۔ مرزا غلام قادیانی نے اس امت کو "شرالامم" نہیں کہا؟ مرزا غلام قادیانی کے الفاظ یہ ہیں کہ "اگر نبوت کا دروازہ بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے اور اس میں تو نحوست ہے اور ایک نبی کی ہتک شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا ہے کہ کنتم خیرامۃ یہ جھوٹ تھا اگر یہ معنی کئے جائیں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے۔ تو خیرالامم کی بجائے شرالامم ہوئی۔"

(الحکم اپریل ۱۹۰۳ء)

(۱۲) وجاہت اقتدار اور دولت کا چسکہ لگ جائے تو بات کہیں روکنے سے نہیں رکتی چنانچہ مرزا ہندوؤں کو ساتھ ملانے کے لئے کرشن کا اوتار بنا اسی طرح رو در گنوپال بھی بنا اور سکھوں کے لئے جے سنگھ بہادر بھی اس لئے مہدی مسیح بلکہ تمام پیغمبروں کے نام اپنے اوپر چسپاں کئے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں ایک "وحی" بھی لکھی "آواہن" جس کے معنی بھی خود ہی کئے کہ "خدا تمہارے اندر اتر آیا" کیا مرزا نے یہاں کفر کا ارتکاب نہیں کیا......؟

(۱۳) مرزا نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں عین محمد ہوں۔ اس طرح مہر نبوت نہ ٹوٹی' محمد کی نبوت محمد کے پاس رہی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) کیسا زبردست چور ہے کہ مہر بھی نہ ٹوٹی اور مال بھی چرا کر لے گیا' دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے یہ جو کہا ہے کہ میں عین محمد ہوں۔ واقعی وہ دو شخص نہیں ایک ہی ہیں۔ تو یہ صاف غلط اور مشاہدہ کے خلاف ہے اور اگر دو ہیں تو مہر نبوت ٹوٹ گئی اور یہ کہنا غلط ہوا کہ محمد کی نبوت محمد ہی کے پاس رہی اور اگر بالفرض (نعوذ باللہ من ذالک) آنحضرت ﷺ کی روح پاک مرزا میں آ گئی تو یہ ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ ہے جو قطعاً باطل ہے اور مرزا کے کفر کا باعث ہے۔

(۱۴) کیا مرزا غلام قادیانی کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ وہ تمام خصوصیات اور امتیازات اور

مقامات و درجات جو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے مخصوص تھے۔ مرزا غلام قادیانی نے کہا کہ میں بھی ان تمام کا اہل ہوں۔

اربعین نمبر۳، ص ۲۸ پر ایک الہام یوں درج ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ

حقیقۃ الوحی ص ۷۶ پر یہ الہام بھی درج ہے۔ داعیاً اِلی اللّٰہ وسراجاً منیرا۔ مرزا داعی اِلیٰ اللہ اور سراج منیر ہے۔

حقیقۃ الوحی کے ص ۷۶ پر یہ الہام بھی درج ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ مرزا غلام قادیانی اس آیت کو اپنے اوپر نازل شدہ قرار دے کر غیر مبہم الفاظ میں اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مجھے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی۔

(۱۵) کیا حضور سرور کائنات ﷺ کے امتیازات کو مرزا غلام قادیانی کا اپنی جانب منسوب کرنا حضور ﷺ کی کھلی توہین نہیں ہے؟ آپ کے مقام اور انفرادیت کو کھلا چیلنج نہیں ہے؟

(جواب محضر نامہ مولانا غلام غوث ہزاروی) (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔ جلد ۷۔ شمارہ ۴۵)

سیرت تاجدار ختم نبوت..........دائمی درخشاں سیرت

سید سلیمان ندویؒ

دنیا میں بابل و اسیریا' ہندوستان و چین' مصر و شام' یونان و روم میں بڑے بڑے تمدن پیدا ہوئے۔ اخلاق کے بڑے بڑے نظریئے قائم کئے گئے۔ تہذیب و شائستگی کے بڑے بڑے اصول بنائے گئے۔ اٹھنے بیٹھنے' کھانے پینے' ملنے جلنے' پہننے اوڑھنے' رہنے سہنے' سونے جاگنے' شادی بیاہ' مرنے جینے' غم و مسرت' دعوت و ملاقات' مصافحہ وسلام' غسل و طہارت' عیادت و تعزیت' تبریک و تہنیت' دفن و کفن کے بہت سے رسوم' آداب و شرائط اور ہدایات مرتب ہوئے اور ان سے ان قوموں کی تہذیب' تمدن اور معاشرت کے اصول بنائے گئے۔ یہ اصول صدہا سال میں بنے پھر بھی بگڑ گئے۔ صدیوں میں ان کی تعمیر ہوئی تاہم وہ فنا ہو گئے۔ لیکن اسلام کا یہ تمدن چند برسوں میں بنا اور تعمیر ہوا اور چودہ سو برس سے کل روئے زمین کی سینکڑوں مختلف اقوام میں یکسانی کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ اس کا ماخذ ایک ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے آئینہ میں صحابہؓ نے اپنی زندگیاں سجائیں اور ان کا عکس تابعین نے اتارا اور اس طرح وہ تمام دنیائے اسلام کا عمل اور رسم بن گئی۔ وہ مقدس زندگی مرکزی نقطہ تھی۔ صحابہؓ نے اس کو خط اور بعد کی نسلوں نے اس کو دائرہ بنا دیا۔ وہ تمدن آج گو کامل نہیں۔ مگر اس کے نقش قدم اب بھی ہیں اور اسی پر کل مسلمان چل رہے ہیں۔ ایک محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی تھی جو تمام صحابہؓ کی زندگی بن گئی اور وہی کبھی دنیائے اسلام کی زندگی بن گئی تھی اور وہ کامل تصویر آج بھی ہم میں موجود ہے۔ افریقہ یا ہندوستان کا کوئی قبیلہ جب آج عیسائی ہوتا ہے تو اس کو مذہب گو انجیل سے لیکن تمدن و تہذیب اور عملی زندگی کا سبق یورپ کے ساختہ تمدن سے سکھایا جاتا ہے۔ لیکن وحشی سے وحشی قبیلہ بھی جو مسلمان ہوتا ہے اس کو جہاں سے مذہب ملتا ہے وہیں سے تمدن و

تہذیب اور شائستگی کا سبق بھی ملتا ہے۔ مسلمان ہونے کے ساتھ پیغمبر اسلام ؐ کی پوری زندگی انسانی ضروریات اور حالات کے ساتھ اس کے سامنے آجاتی ہے اور یہ بولتی چالتی جیتی جاگتی' تصویر ہر مسلمان کی زندگی کی حالت اور ہر کیفیت کا آئینہ بن جاتی ہے۔

ایک یہودی نے ایک صحابیؓ سے طنزاً کہا تھا کہ ''تمہارا پیغمبر تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے اور معمولی معمولی باتیں بھی سکھاتا ہے۔'' انہوں نے فخراً ''ہاں ہمارا پیغمبر ہم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے استنجاہ اور آبدست کی بھی تعلیم دی ہے۔'' اور آج بھی ہم اس کامل تعلیم کی سیرت کو فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گویا ''سیرت محمد ﷺ دنیا کا ''آئینہ خانہ'' ہے۔ جس میں دیکھ کر ہر شخص اپنے جسم و روح' ظاہر و باطن' قول و عمل' زبان و دل' آداب و رسوم' طور و طریق کی اصلاح اور درستی کر سکتا ہے۔ اور اسی لئے کوئی مسلمان قوم اپنی شائستگی اور ادب و اخلاق کے لئے اپنے مذہب سے باہر اور اپنے رسول کی سیرت سے الگ کوئی چیز نہیں مانگتی اور نہ اس کی اس کو ضرورت ہے۔ سیرت محمدی ﷺ دنیائے اسلام کا عالمگیر آئینہ ہے۔ اسی کے مقابلہ میں حسن و قبح اور نیکی و بدی کا راز اس پر کھلتا ہے اور چونکہ کوئی انسانی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصاء کے ساتھ دنیا کے سامنے موجود نہیں۔ اس لئے تمام انسانوں کے لئے یہی ایک کامل نمونہ ہے اور ایسی ہی کامل اور بے پردہ زندگی انسانوں کے لئے قابل نمونہ ہو سکتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مرزائیوں کے مختلف روپ

مولانا سیّد مرتضےٰ احسن چاند پوریؒ

منظر اوّل اور مرزائیت کی اصلی وحقیقی صورت

ظہیر الدین اروپی مرزائی کی نسبت یہ کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ وہ مرزائیوں میں منافق نہیں اس نے مرزائیت کو اصلی صورت میں اور تمام منافقانہ لباس سے مجرد کر کے ظاہر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت مستقلہ حقیقیہ تشریعیہ کا دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب مستقل نبی صاحب کتاب ہیں اور صاحب کتاب بھی ایسے کہ جن کی کتاب بعض احکام قرآن مجید کی ناسخ بھی ہے مرزا صاحب کا قبلہ بمقتضائے الہام فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (ابراہیم سے خود مرزا صاحب مراد ہیں) قادیان ہے۔ مرزا صاحب کا کلمہ علیحدہ لا الہ الا اللہ احمد جری اللہ مرزا صاحب کے بعد نجات کے لیے قرآن مجید پر ایمان لانا اور عمل کرنا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنا کافی نہیں جب تک کہ مرزا صاحب کی کتاب اور نبوت پر ایمان نہ لاوے وغیرہ وغیرہ۔

اس کی تفصیل اگر مطلوب ہے تو رسالہ ''اشد العذاب'' میں ملاحظہ فرمالیں۔ ظہیر الدین اروپی ٹھیک مرزائیت خالصہ پر بدون کسی قسم کے نفاق کے قائم رہتے ہوئے ہر بات میں مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔ مسلمانوں کے رسول سے ان کا رسول علیحدہ ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب علیحدہ قبلہ علیحدہ احکام علیحدہ ہیں۔ مرزائیت کا اصلی مرقع اور حقیقی رنگ تو یہاں ہے۔

مرزائیت کا منظر دوم اور نفاق کا پہلا پردہ

اب مرزائیت کا منافقانہ پہلو قادیان سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا محمود نے جب دیکھا کہ کثرت سے مسلمان ابھی تک ایسے جاہل اور بددین نہیں ہیں کہ ایسے صریح کفریات کو تسلیم کرلیں تو ظہیر الدین اروپی کے جملہ عقائد کا انکار کر کے مرزا صاحب کے دعوے کو صرف نبوت شرعیہ ہی پر منحصر کر کے اس کا اقرار کیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی مستقل صاحب شریعت اور

صاحب کتاب نہیں آ سکتا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اسی معنے سے ہیں ورنہ آپ کے فیض سے مستفیض ہو کر حقیقی نبی مرزا صاحب کی طرح بہت آ سکتے ہیں اور آپ کی عظمت شان اسی میں ہے کہ ایسے انبیاء امت میں ہوں ورنہ آپ کا وجود عالم کے لیے رحمت نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ زحمت ہوا چونکہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں اس وجہ سے جو شخص بھی آپ کو نبی نہ مانے خواہ آپ کی نبوت کا منکر ہو یا نبوت میں متردد ہو یا محض سکوت ہی کرے ہر صورت میں کافر ہے۔ نہ اس کے پیچھے نماز درست ہے نہ اس کے جنازہ کی نماز صحیح نہ اس سے نکاح بیاہ جائز وغیرہ وغیرہ۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ[1] مذکور میں لکھی جا چکی ہے۔

منظر سوم اور مرزائیت کامل نفاق کے لباس میں

مرزائیت کی تیسری تصویر پُر تزویر سرتاپا نفاق کی گہری پالیسی کا لباس پہنے ہوئے جو پیغام پریس میں چھپ کر دلفریب ناز وادا کے ساتھ عالم کے سامنے پیش کی جاتی ہے جس کے پوپلین انداز عشوہ وناز بے نقاب و بانقاب چہرہ نے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو نیم بسمل بنا دیا ہے۔ اس غارتگر ایمان بڑھیا کو غازہ شباب لگا کر مسٹر محمد علی نے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا تا کہ وہ ظاہری بناؤ سنگار پر فریفتہ ہو کر متاع ایمان کو اس پر قربان کرنے میں کسی قسم کا پس وپیش نہ کریں۔

پیغامی امیر فرماتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی جدید اور قدیم حقیقی نبی نہیں آ سکتا۔ ورنہ ختم نبوت باقی نہیں رہ سکتی مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا وہ مجازی ظلی بروزی نبی تھے ان کے انکار کرنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب مجدد تھے محدث تھے مسیح موعود تھے وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین کرام! اس جماعت مرزائیہ کے دجل اور نفاق کو ملاحظہ فرمائیں۔ ظہیر الدین کے عقیدہ کے مطابق مرزا محمود اور اس کی ساری جماعت اور کل پیغامی لاہوری کافر ہونے چاہئیں اور مرزا محمود کے مذہب کے لحاظ سے اروپی اور پیغامی دونوں گروہ جہنم میں جانے چاہئیں اور پیغامیوں کے نزدیک وہ دونوں گروہ کافر ہوئے مگر عجیب منطق ہے کہ تینوں گروہ احمدی اور ایک دوسرے کو اپنا بھائی اور مسلمان کہتے ہیں۔ یہ اگر جنگ زرگری اور نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔ تین خندقیں اور مورچہ قائم کیے ہیں کہ کسی نہ کسی میں تو مسلمانوں کا شکار ہوگا ورنہ اس اختلاف عقائد کے ساتھ دنیا بھر کی تو تکفیر ہو اور آپس میں تکفیر نہ ہو اس کا مطلب کیا ہے؟

[1] یعنی رسالہ ''دین مرزا کفر خالص'' ۱۲ منہ

قادیانیوں کا خطرناک دھوکہ اور اس کا جواب

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

قادیانی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لیے یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت نبی ہیں، آپ پر جو نبوت ختم ہوئی ہے وہ تشریعی ہے اور مرزا صاحب تو آپ کے اُمتی اور غیر تشریعی نبی ہیں لہٰذا مرزا صاحب کو اُمتی اور غیر تشریعی نبی تسلیم کرنے سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی اور لفظ خاتم النبیین اپنے مقام پر فٹ رہتا ہے مگر یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ ہم نے قرآنِ کریم اور صریح و صحیح احادیث کے حوالے سے یہ بات عرض کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے نہ تو آپ کے بعد کوئی شریعت والا نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ غیر شریعت والا (ثانیاً) اس لیے کہ مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

اگر کہو کہ صاحبِ الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی اُمت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ (رسالہ اربعین ۴ ص ۶، ۷)

اس حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب کا صاحب الشریعۃ نبی ہونے کا دعویٰ ہے اور ان کی وحی میں بقول ان کے اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی۔ ایک امر تو یہ ہے کہ جہاد حرام ہے اب جو شخص دین کے لیے جہاد کرتا ہے تو بقول مرزا صاحب وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہے اور یہ حرمت جہاد بھی قطعی ہے بھلا عین ضرورت کے وقت اس وحی سے جو ٹیچی (مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا۔ حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲) کی طرف سے آئی سفید فام آقا کیوں خوش نہ ہوتا۔

مطیع ہونے کا دعویٰ باطل ہے

خود مرزا صاحب اور ان کی روحانی ذریت مسلمانوں کو یہ بھی باور کراتے ہیں کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع مطیع اور فرمانبردار ہیں اور ان کی (جعلی اور اختراعی) نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل' سایہ اور بروز ہے مگر مرزا صاحب کے اپنے بیانات اس کے خلاف ہیں' وہ معاذ اللہ تعالیٰ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین بلکہ آپ سے بڑھا ہوا تصور کرتے ہیں' ملاحظہ ہو

1- منم مسیح زماں منم کلیم خدا
منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد
(تریاق القلوب ص ۳)

آدم نیز احمد مختار
در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام
داد آں جام رامرا بتمام
(نزول المسیح ص ۹۹)

2- جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱) (معاذ اللہ تعالیٰ) ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو معاذ اللہ تعالیٰ عین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت کیا ہے۔

3- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی مگر مرزا صاحب کے وقت چودھویں رات کے چاند اور بدر جیسی ہے (محصلہ خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱) نیز لکھتا ہے' پہلے اسلام ہلال تھا اور اب بدر ہو گیا ہے۔ (ایضاً محصلہ ص ۱۸۴' ۱۹۸)

4- غلبہ کاملہ (دینِ اسلام) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا' یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا۔ (چشمۂ معرفت ص ۸۲)

5- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں (تحفہ گولڑویہ ص ۶۳) مگر مرزا صاحب کے دس لاکھ نشان ہیں (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۱) معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے۔ (نصرۃ الحق ص ۷۴ مؤلفہ مرزا غلام احمد)

6- مرزا صاحب لکھتے ہیں' آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی ص ۸۹) مرزا صاحب عجیب ظلی' بروزی مطیع اور غیر تشریعی نبی ہیں کہ ان کا تخت تو سب نبیوں سے اوپر اور اونچا بچھایا گیا مگر ذو ظل نیچے رہے۔

7- نیز لکھا ہے کہ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔ (ملفوظات احمدیہ جلد ا ص ۳۴۶)

ان عبارات میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قارئین کرام! کہاں تک مرزا قادیانی کی خرافات نقل کی جائیں' ان کی جملہ کتابیں ایسی خرافات سے پُر ہیں۔ ان حوالوں میں مرزا صاحب نے پہلے تو معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدغم ہونے اور آپ میں حلول ہونے اور اتحاد کا باطل دعویٰ کیا پھر اگلی عبارات میں آپ سے معاذ اللہ تعالیٰ فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد بھی اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی تابع اور مطیع کرنے کی قسم کھائی ہے اور ظلی بروزی کے چکر میں اُلجھا کر اپنا اُلو سیدھا کیا ہے۔ یہ عجیب ظل اور سایہ ہے کہ اصل اور ذی ظل تو تین ہزار بار حرکت کرتا ہے (کہ آپؐ سے تین ہزار معجزے صادر ہوئے ہیں) مگر سایہ دس لاکھ مرتبہ اُٹھتا' اُچھلتا' ناچتا اور کودتا ہے اور لطف یہ ہے کہ ہے وہ پھر بھی اصل کا سایہ اور ظل۔ یہ مرزا صاحب کی یہ نرالی منطق ہے۔

8- خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸ منقول از ریویو جلد اوّل ص ۲۵۷)

9- نیز لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۹ و دافع البلاء ص ۲۰)

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے بڑھ کر توہین کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ

10- عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶)

11- آپ کا خاندان بھی نہایت ہی پاک و مطہر ہے' تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

12- یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)

13- یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں' یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی

بہنیں تھیں یعنی سب یوسف (نجار) اور مریم کی اولاد تھی۔ (حاشیہ کشتی نوح ص ۱۶)

14- چونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ 22 برس کی مدت تک نجاری (بڑھیوں اور ترکھانوں) کا کام بھی کرتے تھے۔ (ازالۃ الاوہام ص ۱۲۵)

15- ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرے۔ (اعجاز احمدی ص ۱۴)

16- اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگانِ قوم کی ہدایت واصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔ (کشتی نوح ص ۱۶) معاذ اللہ تعالیٰ

ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح ضروریاتِ دین میں سے کسی عقیدہ کا انکار کفر ہے اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے اور ایسے مقام پر عمدہ سے عمدہ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چند حوالے عرض کیے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

1- علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانیؒ (المتوفی ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

لان الکفر ھو جحد الضروریات من الدین اوتأویلھا.

ضروریاتِ دین کا انکار اور ان کی تاویل کفر ہے۔

(ایثار الحق علی الخلق ۴۴۱)

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

مذھب الاکثرین من الائمۃ و جماھیر علماء الامۃ وھو التفصیل والقول بان التاویل فی القطعیات لا یمنع الکفر.

اکثر آئمہ اور جمہور علماء اُمت کے مذہب میں قول مفصل یہ ہے کہ قطعیات (اور ضروریاتِ دین) میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

(اتحاف ج ۲ ص ۱۳)

2۔ مشہور متکلم علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالیؒ (المتوفی ۸۷۰ھ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ (المتوفی ۱۰۷۰ھ) لکھتے ہیں واللفظ لہ:

التاویل فی ضروریات الدین لایدفع الکفر.

ضروریاتِ دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

(الخیالی ص۱۴۶ مع حاشیہ فاضل سیالکوٹیؒ)

3۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

ثم التاویل تاویلان تاویل لایخالف قاطعاً من الکتاب والسنة واتفاق الامة و تاویل یصادم ماثبت بالقاطع فذالک الزندقه.

تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تاویل وہ ہے جو کتاب وسنت اور اتفاق اُمت کے قطعی دلائل کے مخالف نہ ہو اور دوسری تاویل وہ ہے جو اس چیز سے متصادم ہو جو قطعی طور پر ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ ہے۔

(مسوی ج۱ص۱۰۹)

حافظ ابن الھمام محمدؒ بن عبدالواحد (المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں کہ:

الاتفاق علیٰ ان ماکان من اصول الدین وضروریاته یکفرا ن خالف فیه.

(مسائرہ ج۲ص۲۱۲ طبع مصر)

اس پر اتفاق ہے کہ اصولِ دین اور ضروریاتِ دین کی جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابن عابدین الشامیؒ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلة المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر.

(ردالمختار ج۱ص۳۷۷)

حضرت فقہاء کرامؒ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات یا اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے اگرچہ وہ اہلِ قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس نے طاعات وعبادات میں گزار دی ہو۔

علامہ ابوالبقاءؒ (المتوفی ؟؟ھ) فرماتے ہیں کہ:

ولا نزاع فی اکفار منکر شئی من ضروریات الدین.

(کلیات ابی البقاء ص۵۵۴)

جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۲۴ھ)

درتکفیر آنها جرأت نباید نمود تا زمانیکه انکار ضروریات دینیه ننمایند ورد متواترات احکام شرعیه نکنند. (مکتوبات امام ربانی ج۳ص ۳۸ وج۸ص۹۰)	اہلِ قبلہ کی تکفیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی تکفیر میں جرأت نہیں کرنی چاہیے تاوقتیکہ وہ ضروریاتِ دینیہ اور احکامِ شرعیہ کے متواترات کا انکار نہ کریں۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

اگر مخالف ادلہ قطعیہ است یعنی نصوص شمردہ متواترہ واجماع قطعی است اوراکافر باید (فتاوی عزیزی جلد اص ۱۵۶)	اگر ادلہ قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کا مخالف ہو تو اسے کافر ہی سمجھنا چاہیے

ان تمام صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح ضروریاتِ دین میں سے کسی قطعی اور ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے اور تاویل ایسے مؤول کو کفر سے نہیں بچاتی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وغیرہ بزرگوں کے حوالوں سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہوگئی کہ کتاب وسنت متواترہ اور اجماع اُمت سے جو چیز ثابت ہو وہ قطعی اور ضروریاتِ دین میں سے ہوتی ہے۔

مرزائی اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں یا اپنی کفریات کی؟

مولانا سیّد مرتضےٰ حسن چاند پوریؒ

علاوہ ازیں جب مرزائیوں کا اسلام ہی علیحدہ ہے تو پھر ان کی تبلیغ محمدی اسلام اور خدائی اسلام کی تبلیغ نہیں ہوسکتی۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں جس کا نام انھوں نے اسلام رکھ چھوڑا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی خود اس وجہ کا رد کر چکے ہیں ان کے نزدیک بھی دعوائے اسلام اور بعض شعائر اللہ' حدود اللہ اور بعض ضروریات دین کا اقرار انسان کے مسلمان اور مومن ہونے کے لیے کافی نہیں ان کے نزدیک بھی کسی ایک ضرورت دین کے منکر ہونے کی وجہ سے انسان کافر اور مرتد ہو جاتا ہے اگرچہ باقی تمام ضروریات دین کو دل و جان سے مانتا ہو بلکہ مرزا صاحب اور ان کی وحی کو بھی کسی درجہ میں تسلیم کرتا ہو اور مرزا صاحب کو سچا جانتا ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اس قول کا مرزائی اور ان کے ہم نوا بہت زور سے انکار کریں گے اور مرزا کی جان کو اس اپنی کرتوت کی زد سے بچانے کے لیے جھوٹ اور خلاف دیانت کہنے اور کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے مگر جب ہم ایسی قوی شہادت پیش کریں گے جہاں مرزا صاحب اور مرزائی بھی بالکل دم بخود اور انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ مسٹر محمد علیؒ پیغامی اور مولوی محمد علی مثنیٰ جو اسلام میں مسیلمہ اور ابی بن سلول کے ہمشان مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور مرزائیوں کی ہمدردی میں سب کچھ کرنے کو تیار ہیں اس وقت ان کا حال بھی قابل دید ہوگا اور وہی مثل صادق آئے گی کہ مدعی سست گواہ چست' جب ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں کی صریح عبارات غیر محتمل التاویل متشابہات نہیں محکمات پیش کر دیں گے تو جو لوگ خواہ مخواہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مسلمان بنا کر جسم اسلام میں ایک خطرناک ناسور پیدا کرنا چاہتے ہیں اس وقت وہ بھی حسرت بھری آواز سے یہ ہی کہیں گے کہ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مرزا غلام احمد قادیانی

سرسید احمد خان کی نظر میں

از:۔ مولانا عبداللہ صاحب

مرزائیت کے پھندے میں ان خود کاشتہ مولوی فاضلوں کی کھیپ کے علاوہ جن کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' کی ہے' زیادہ تر نئی تعلیم حاصل کرنے والے حضرات پھنسے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ یہ حضرات دین کی باتوں سے عموماً ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ان کی دینداری کی حس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں الہام و تبلیغ کے پھندے میں پھنسا لیا جاتا ہے۔

سرسید احمد خان مرحوم مسلمانوں میں نئی تعلیم کے باوا آدم کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے خطوط ان کے پوتے سید راس مسعود نے مرتب کر چھپوائے ہیں۔ علامہ اقبال کے استاد مولانا سید میر حسنؒ صاحب کے نام سرسید کا ایک خط ایسا ہے جس میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام اور تصانیف کے بارے میں اپنی صاف صاف رائے ظاہر فرمائی ہے۔ یہ خط جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لئے سُرمۂ چشم بصیرت ثابت ہوگا۔ یہ خط پڑھیئے اور غور فرمایئے کہ سرسید جیسا جدت پسند آدمی اس جدید ''الہامی فیکٹری'' کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔ نیز مرزائی مرزا غلام احمد کی تصانیف کو جدید علم کلام کی بنیاد بتاتے ہیں۔ اگرچہ اہل بصیرت پہلے بھی جانتے ہیں کہ ان تصانیف میں اپنی کارگاہ الہام'' کی اشتہار بازی کے علاوہ کچھ بھی نہیں مگر جدید تمدن کے بانی سے بھی ان تصانیف کی بابت سن لیجئے کہ وہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ پہلے پورا خط پڑھ لیجئے۔

مخدومی مکرمی

آپ کے نوازش نامہ کا نہایت شکر ہے۔ پانچ روپیہ چندہ بھی پہنچے اس کا بھی شکر ہے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں حرج پڑ جاتا ہے مگر جب موقع ملتا ہے لکھتا ہوں۔

تفسیر سورۃ یوسف بھی تمام ہوگئی اور چھپ رہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں اگر ان کے نزدیک ان کو الہام ہوتا ہے' بہتر' ہمیں اس سے کیا فائدہ ؟ نہ ہمارے دین کے کام کا ہے نہ دنیا کے۔ ان کا الہام ان کو مبارک رہے۔ اگر نہیں ہوتا اور صرف ان کے توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم کو اس سے کیا نقصان ہے وہ جو ہوں سو ہوں جھگڑا اور تکرار کس بات کا ہے۔ ان کی تصانیف میں نے دیکھیں۔ وہ اسی قسم کی ہیں جیسا ان کا الہام یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی۔

حکیم نورالدین کی کوئی تحریر میں نے آج تک نہیں دیکھی دینیات میں کسی کا الہام جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کرلیا جائے کسی کام نہیں۔

تقدیر' علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ ماکان اور مایکون علم الٰہی میں موجود ہیں۔ پس الہام سے علم الٰہی میں یا یوں کہو تقدیر میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتے۔ پس دنیا میں جو بھی ہونے والا ہے یعنی جو تقدیر میں ہے یعنی جو علم الٰہی میں ہے وہ ہوگا۔ پس کسی کے الہام سے کسی کو دنیا میں کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

پس ایسی بے سود کہ بالفرض اگر سچ بھی ہو تو بھی کچھ فائدے کی نہیں اور اگر جھوٹ بھی ہو تو بھی ہمارے نقصان کی نہیں اس پر متوجہ ہونا اور اوقات ضائع کرنا ایک لغو کام ہے۔

والسلام

خاکسار ، سید احمد

علی گڑھ ۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

معلوم ہوتا ہے کہ سیالکوٹ میں جب پہلے پہل الہام کا کاروبار شروع کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا میر حسن نے سر سید سے رائی پوچھی کہ ایک شخص یوں دعوے کرتا ہے لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ سر سید نے جو جواب عنایت فرمایا وہ آپ کے سامنے ہے بار بار اسے پڑھ کر دیکھیے۔ حسب ذیل نتائج سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ ان باتوں کی تو خط میں تصریح موجود ہے۔ گویا سر سید علیہ الرحمہ کے نزدیک:۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی میں سچا ہو یا جھوٹا دونوں صورتوں میں قابل اعتناء نہیں۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات ان کے اپنے دعوے کے مطابق اگر سچے بھی ہوں تو بھی نہ دین کے کام کے ہیں نہ دنیا کے کام کے۔

۳۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے الہام توہمات اور خلل دماغ کا نتیجہ ہوں۔

۴۔ مرزا غلام کی تصانیف بیکار ہیں۔ نہ دین کے کام آ سکتی ہیں نہ دنیا کے۔

۵۔ دین کے بارہ میں کسی کا الہام قابل قبول نہیں جب تک اس کو شارع نہ تسلیم کیا جائے اور اگر کسی کو شارع (صاحب شریعت نبی) نہ مانا جائے تو اس کا الہام کسی کام نہیں۔ پس اگر مرزا کو صاحب شریعت نبی مانا جائے تو اسلام سے تعلق قطع کرنا ہوگا اور اگر صاحب شریعت نہ مانا جائے تو ان کے الہامات کا سارا دھندہ بے فائدہ ہے۔

۶۔ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اب کسی الہام سے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مرزائی پیش گوئیوں کے طومار اور الہاموں کے انبار سب بے فائدہ ہیں۔

۷۔ مرزائیت (سچی یا جھوٹی) کی طرف توجہ کرنا ایک لغو کام ہے اور اس کی باتوں پر غور کرنا اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔

....

اس خط کے علاوہ مولوی سراج الدین احمد ایڈیٹر سرمورگزٹ ناہن کے نام بھی سرسید ایک خط موجود ہے جس میں مرزائیت کے متعلق کچھ روشنی پڑتی ہے۔ وہ خط مولوی سراج الدین کو کن حالات میں لکھا گیا اس کے متعلق جناب مرتب سید راس مسعود نے لکھا ہے۔

> سرمورگزٹ میں کسی صاحب نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقد تھے ایک مضمون لکھا تھا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی موصوف کے ساتھ مشابہتیں ثابت کی تھیں وہ مشابہتیں زیادہ تر خیالی تھیں اور مضمون کا انداز بیان اس قسم کا تھا جس سے ہر دو انبیاء علیہم السلام کی اہانت ہوتی تھی اس مضمون کو دیکھ کر سرسید مرحوم نے یہ خط تحریر کیا۔

اس سے پہلے آپ وہ خط ملاحظہ فرمائیں۔ امت مرزائیہ کی اس عادت کو بھی جان لیں کہ وہ صرف مرزا غلام احمد کو ہی نبی نہیں کہتے بلکہ اس کے ساتھ ساری اسلامی اصطلاحات کو

بلا دریغ استعمال کرتے ہیں۔ مرزا کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لکھتے ہیں اس کے ساتھیوں کو صحابہ کہتے ہیں۔ حکیم نورالدین کو خلیفہ اول اور مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفہ ثانی کہتے ہیں۔ مرزا کی گھروالی کو "ام المومنین" کہتے ہیں۔ مرزا کو نہ صرف دوسرے انبیاء علیہم السلام سے تشبیہ دیتے ہیں بلکہ ان سے افضل مانتے ہیں۔ اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مشابہتیں ثابت کرتے ہیں۔ ان گستاخیوں سے بھی جب جی نہیں بھرتا تو پھر یہاں تک بھی بک جاتے ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
وہ پہلے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

(قاضی اکمل)

اب سنیئے ایسے لوگوں کے متعلق سر سید مرحوم کیا فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی منشی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر سرمور گزٹ ناہن آپ کا اخبار مورخہ ۲۱ مارچ ۱۸۹۲ء کے دیکھنے سے جس میں "نیرنگیٔ زمانہ کے تماشائی" کی تحریر چھپی ہے نہایت رنج ہوا ہے۔ کیا اخباروں کی اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ ہم عصر انسانوں کے تمسخر کرتے کرتے انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اختیار کریں۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تحریر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گستاخی اور ٹھٹھہ کی نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اخبار میں ایسے مضمون چھاپے ہوئے جو متانت اور انبیائے علیہم السلام کے ادب کے بالکل خلاف یا نامناسب ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایسا مضمون لکھنے کی ضرورت آئندہ بتائی جائے گی کوئی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ایسے مضمون کے لکھنے کی جس کے طرز تحریر پر ایک مسلمان افسوس کریگا کوئی ضرورت نہیں ہوسکتی۔ امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو اخبار میں چھاپ دیں گے۔

وَاَنَا بریٔ مِمَّا تَقُوْلُوْن ۔ والسلام

خاکسار سید احمد
علی گڑھ ۲۴ مارچ ۱۸۹۲ء
خطوط سرسید ص ۱۵۶

یہ رائے تو ان لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے مرزا کی حضرت یحییٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام سے تشبیہ ثابت کی تھی اب ان بدبختوں کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے جو مرزا جیسے حواس باختہ انسان کو حضور خواجہ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف مشابہ ہی نہیں مانتے بلکہ مرزا کے ذہنی ارتقاء کو حضور کے ذہنی ارتقاء سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الھفوات) کیا ہماری حکومت سر سید کی رائے کی روشنی میں مرزائی تصانیف کا جائزہ لیکر انہیں ضبط کر کے مسلمانوں کے درد دل کا مداوا کریگی؟

ختم نبوت از قرآن

علامہ محمود احمد رضوی

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(پ۲۲ رکوع ۲)

اس آیت کا ترجمہ ہم خودنہیں کرتے بلکہ مرزائیوں کے مطاع و امام کا کیا ہوا ترجمہ ہی پیش کرتے ہیں تاکہ ان پر قطعی حجت ہو۔ مرزا لکھتا ہے محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے۔ ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔

(صفحہ ۶۱۴، ۲۵۲ ازالہ اوہام)

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اَلاَ تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمّٰى نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهٗ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ بِبَيَانٍ وَاضِحٍ لِّلطَّالِبِيْنَ ۔

(حمامتہ البشریٰ صفحہ ۳۴ ومجموعہ صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے (اے بے سمجھ مرزائیو) کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے خاتم النبین کی تفسیر لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے کہ میری بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور طالبین حق کے لیے یہ بات واضح ہے۔

مرزا قادیانی نے اس آیت کی تفسیر میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ”مشکوۃ کتاب الفتن“ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

شکر اللہ کہ میان من ادصلح فتاد
حوریان رقص کنان ساغر مستانہ زوند

(حافظ شیرازی)

اگر چہ ہم نے آیت خاتم النبین کی تفسیر مرزا قادیانی کی زبان وقلم سے کی ہوئی پیش کر دی ہے جس کے بعد کسی مرزائی کو ہمارے ساتھ خاتم کے معنوں میں الجھنے کا مطلقاً استحقاق باقی نہیں رہتا مگر مگر ہم اتمام حجت کے لیے لفظ خاتم کے معنی لغات سے پیش کرتے ہیں۔ وھو ہٰذا

لفظ خاتم کی تشریح:

(ا) مفردات راغب صفحہ۱۴۲ وَخَاتَمُ النَّبِیِّنَ لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَیْ تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ
یعنی حضور کو خاتم النبین اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو کمال و اتمام تک پہنچا دیا۔ اس صورت میں آپ نے نبوت کو ختم کر دیا۔

۲۔ لسان العرب : خَاتِمُھُمْ وَخَاتَمُھُمْ اٰخِرُھُمْ .
خاتم اور خاتم کے معنی ہیں آخر۔

۳۔ تاج العروس : ومن اسمائہ علیہ السلام الخاتم والخاتم وھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہ ۔
اور خاتم اور خاتم' قوم کے سب سے آخر کو کہا جاتا ہے اور انہیں معنوں میں ارشاد خداوندی ہے۔ خَاتَمُ النَّبِیِّنَ ۔یعنی آخِرُ النَّبِیِّنَ۔
مذکورۃ الصدر حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ہے کہ خاتم النبین کے معنے آخر النبین کے ہیں نہ کہ افضل و اعلیٰ کے۔

سر خدا کہ عابد و زاھد کسے نگفت
درحیر تم کہ بادہ فروش از کجا شنید

(حافظ شیرازی)

مرزائیوں کا ایک ناجائز مطالبہ

مرزائی کہتے ہیں کہ لفظ خاتم فتح تا کے ساتھ جب کے صیغہ کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی ہمیشہ افضل کے ہوتے ہیں۔ مرزائیو اول تو تمہارا یہ مطالبہ ہی صحیح نہیں کیونکہ جب ہم آیت خاتم النبین کے متعلق مرزا قادیانی کا کیا ہوا ترجمہ پیش کر آئے ہیں تو تمہیں بغیر کسی حیل و حجت کے اس کو تسلیم کر لینا چاہیے مگر خیر ہم تمہاری ناز برادری کرتے ہوئے یہ مطالبہ بھی پورا کرتے ہیں (لعلکم تعقلون) لیجیے! مرزائی قادیانی ہی رقم طراز کیے۔ ''اسی طرح میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور وہ

پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا" تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹"۔

"بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے (خاتمہ نصرۃ الحق، ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ب ۱۱)

مرزا ذرا ہوش سے کام لو ۔

نہ خنجر بھی منہ موڑا نہ قاتل کی اطاعت سے
تڑپنے کو کہا تڑپے ٹھہرنے کو کہا ٹھہرے

(امیر مینائی)

سوال: جب خاتم الشعرا یا خاتم الانبیاء وغیرہ کے معنی افضل و اعلیٰ کے ہیں تو پھر خاتم الانبیا کے یہ معنی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب اوّل: یہ استعمال مجازی ہے پہلے حقیقی معنی ہوتے ہیں اگر وہ نہ ہو سکیں تو پھر مجازی اور یہاں حقیقت مہجور و متروک نہیں اس لیے وہی مراد ہو گی مجاز کے لیے قراین خارجیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ یہاں نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں بے نظیر شاعر اور فلاں بے نظیر ادیب ہے تو اس کے معنی عام طور پر یہی ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں سے اچھا ہے اور اگر کوئی مخالف عیسائی کہے تو پھر جب بے نظیر کے معنی افضل و اعلیٰ کے ہیں تو جب خدا کو تم بے نظیر کہتے ہو تو اس کے معنی کیوں نہیں ہو سکتے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے نہ کہ وہ احد محض ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ استعمال مجازی ہے اور اللہ کے متعلق حقیقی اس لیے کہ اس کا واقعی کوئی شریک نہیں اسی طرح خاتم الشعراء وغیرہ میں مجازی استعمال ہے اور خاتم النبین میں حقیقی یعنی آپ آخری نبی ہیں۔

جواب ثانی: خاتم النبین کو خاتم الانبیاء وغیرہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ خاتم النبین جمع مذکر سالم ہے اور یہ قاعدہ جمہور نحویوں کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر جمع مذکر سالم پر الف لام داخل ہو تو اس وقت استغراق حقیقی مراد ہوتا ہے۔ بخلاف خاتم الشعرا وغیرہ کے کیونکہ وہ جمع مذکر سالم نہیں ہیں نیز کلام خداوندی کو کلام الناس پر قیاس کرنا بھی قیاس مع الفارق ہے۔

سوال: خاتم کے معنی زینت کے بھی ہو سکتے ہیں تو پھر خاتم النبین کے معنی زینت النبین

کیوں نہیں ہو سکتے۔

جواب: خاتم کا لفظ انگوٹھی کے معنے میں ضرور استعمال ہوتا ہے لیکن اس میں حضور کی توہین ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء تو منزلہ عروس کے ہیں اور حضور کی حیثیت محض انگوٹھی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ انگوٹھی پہننے والے سے انگوٹھی کی حیثیت کم ہوتی ہے لہٰذا یہ معنے متروک ہیں۔

جواب ثانی: انگوٹھی کا وجود بالطبع ہوتا ہے یعنی اپنے قیام میں غیر کی محتاج ہوتی ہے اور ذی انگوٹھی کا وجود بالذات ہوتا ہے یعنی اپنے تحقق و قیام کی طرف محتاج نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ حضور پر ﷺ کا وجود بالطبع اور بالعرض ہو۔

سوال: خاتم کے معنے مہر کے کیوں نہیں یعنی وہ جس پر مہر لگا دیں وہ نبی ہو جائے۔

جواب: خاتم مہر کو بھی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صحیفہ کو کامل کرنے کے واسطے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اس لیے اس صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ صحیفہ نبوت کے آخری کلمات آپ ہیں یہ نہیں کہ وہ جس پر مہر لگا دیں وہ نبی ہو جائے۔ یہ معنی غیر عربی اور غیر صحیح ہیں جیسا کہ حوالہ جات میں گزر چکا ہے۔

دوسری اور تیسری آیت

حضرت عیسیٰ انجیل میں فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں' مجھے دوسری قوموں سے سروکار نہیں۔ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صرف قریش کے واسطے بھیجے گئے' بلکہ لکھا ہے کہ قُلْ يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ پ ۹ ۔ ع ۱۰ اے حبیب ان کو فرما دیجئے کہ میں تمام دنیا کے واسطے رسول بھیجا گیا ہوں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ پ ۱۷۔ یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کر کے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت ﷺ تمام جہان کے رسول ہیں اور تمام جہان کے واسطے رحمت ہیں۔ (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۶) پس جس طرح دوسرا خدا ماننے والا مشرک ہے ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو ماننے والا کافر ہے اور حضور سید عالم ﷺ کی رحمت عامہ میں حائل ہو کر لعنت میں گرفتار ہو رہا ہے۔

چوتھی آیت

لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا پ ۔۱۸' ع ۱۶ یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا تا کہ تو دنیا کی تمام قوموں کو ڈرائے ۔ نور القرآن نمبر ا ص ۵ جب کہ حسب قرآن مجید تمام دنیا کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ نذیر ہیں تو کسی کا یہ کہنا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا صریح منافی قرآن ہے۔

پانچویں آیت

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ (پ۲۲' ع ۹)

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ (مرزائی) نہیں جانتے لفظ ناس اطلاق عرفی میں جن کو بھی شامل ہے۔

پانچویں آیت

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (پ ۱۸ ع ۱۶)

وہ ذات بڑی عالیشان ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اپنے بندہ خاص محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی تا کہ وہ تمام دنیا و جہان والوں کے واسطے یعنی جن و انسان وغیرہ کے لیے ڈرانے والا ہو۔

ساتویں آیت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ پ ۳ ع ۱۷

اور یاد کرو جب خدا نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا۔تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس پر ایمان لا کر اس کی تصدیق اور مدد کرنی ہوگی (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰) مفہوم واضح ہے خدا نے اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفیٰ کو بھیجا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱۔)